SYED KHIZAR
جرح

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

جرح

قسط نمبر تین

کچھ ملاقاتیں،چند سوالات

www.novelsclubb.com

"پچھلی قسط میں ہم نے پڑھا تھا کہ۔۔۔!

(از قلم تحریم علی)

یادوں میں اور بری یادوں میں ہم ساتھ رہیں گے."

www.novelsclubb.com

اخبار کھولا تو نظر اوپری جانب کی ایک خبر پر پڑی، خبر کراچی کے مشہور شاپنگ سینٹر ہارون میں ہوئی ایک واردات کی کہانی سنا رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ پڑھتی گئی تو اس نے پایا کہ وہ خبر ایک بلبلے کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اختیار سے نکلتا وہ بلبلہ اب ہوا میں ادھر ادھر منڈلا رہا تھا، لمحے بعد وہ بلبلہ اپنے اندر ایک منظر پیش کر رہا تھا، ایرج کی آنکھوں نے اس منظر کا تعاقب کیا اور اس ننھے بلبلے نے اسے تین سال قبل، ہارون کی سڑکوں پر چلتی تین لڑکیوں پر لا کر کھڑا کر دیا، منظر کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے چلتا گیا۔

****

جوتے کے تسمے باندھنے کے لیے میں بستر پر بیٹھا تو گبی کمرے کے اندر آتے ہی میرے پاؤں سے چپک گیا۔ گبی میرا وہ بلا تھا جس کا ساتھ بہت پرانا تھا، ہاں کبھی کبھی اس کی حرکتیں ناگوار لگتی ہیں مگر انسانی رشتوں سے تو بہتر ہی تھا۔ بھورے رنگ کا وہ بلا اس دنیا میں واحد اپنا لگتا تھا۔ ہاں شاید وہ میری باتوں کو نہیں سمجھتا تھا۔ شاید اس کو پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ کون انجان مجھ سے بات کرتا ہے، مگر ایک احساس تھا کہ کوئی تھا۔

کوئی تھا جو دروازے کو کھولتے ہی لپٹ جاتا تھا۔ کوئی تھا جو میرا انتظار کرتا تھا، کوئی تھا جو اپنے مطلب کے لئے ہی کسی، مگر میرے ساتھ تھا۔

اس کا کھانا پیالے میں ڈالتے میں زمین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ وہ مزے سے اپنا کھانا کھاتا مجھ سے بے نیاز لگتا تھا۔

ابھی میچ کو شروع ہونے میں ایک گھنٹہ تھا۔ میں نے آنکھیں موند لیں اور مجھے پتہ تھا میری آنکھیں بند کرنے کے بعد میرے سامنے کس کا چہرہ آنا تھا۔۔۔ وہ چہرہ جو پچھلے چند

گھنٹوں۔۔۔بلکہ چند دنوں سے آنکھوں کے بند پردوں پر چھا جاتا تھا۔اور مجھے لگتا تھا کہ میں ایسا کرنا چاہتا تھا۔میں اسے دیکھنا چاہتا تھا؟

اس لڑکی نے صرف ایک لفظ بولا تھا۔جب میں نے اس کو دیکھا تھا تو اس کا چہرہ الجھا سا معلوم ہوتا تھا۔اس کے بال کافی چھوٹے تھے۔گلابی رنگ کی فراک نما شرٹ،آنکھوں پر گول سا چشمہ۔اس کا چشمہ بالکل میرے جیسا تھا۔

"اور تم نے اس کو نہیں بچایا۔تم نے اس کو مرنے کے لیے چھوڑ دیا"۔کہیں دور میرے ذہن میں ایک آواز گونجی۔

www.novelsclubb.com

ایک دم سے میری آنکھیں کھل گئیں۔یادوں کا تسلسل ٹوٹ گیا۔حقیقت پھر نظروں پر چھا گئی۔

!: میں نے غلط نہیں کیا۔ میں نے اس کو بچانے کی کوشش کی تھی وہ تمہاری وجہ سے مری ہے، یہ سب تم نے کیا ہے۔ گاڑی سے جو ٹکرائی تھی وہ سب تم نے کیا ہے، سب تم نے کیا ہے، تم نے مجھے اس سے ملوایا، تم نے اس کو مروایا، تم ہو قاتل، مجھے الزام مت دو۔

ایک دم سے اٹھتے ہی میں اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ سنگھار میز پر رکھی وہ منحوس چیز اٹھائی اور دیوار پر کھینچ ماردی۔ دیوار سے ٹکرا کر وہ زمین پر گر گئی، میں اس کے قریب گیا اور جوتوں کے ذریعے اس کو کچلنے لگا۔

تم نے کیا ہے سب، تم نے میری زندگی تباہ کی ہے، تم جاؤ میری زندگی سے دفع ہو جاؤ، میں تمہارے چنے ہوئے راستے پر نہیں چلوں گا۔ تم نے مجھے پنسا دیا ہے، تمہاری باتوں پر عمل نا کروں تو میں مر جاوں گا۔ مجھے جینے دو۔ میں جینا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ مت کرو یہ۔ تم میری زندگی کو میرا ہونے دو۔ میری زندگی میں بچا ہی کیا ہے جو تم چھین رہے ہو مجھ سے۔

پاؤں سے بار بار کچلنے کے بعد بھی اس سنہری گھڑی کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ جبکہ اس کا اوپر ہی شیشہ مکمل طور پر چوڑ چوڑ ہو گیا تھا۔ اس کو اور کچھ زیادہ فرق نہیں پڑا تھا۔ تھک ہار کے میں نے اپنا پاؤں روک دیا اور پھر اس کو ایک زور کی لات مار کر کمرے سے باہر نکال دیا۔

"I'll try to be better, I promise you that."

جاتے جاتے جبی کو ایک نظر دیکھا، پھر اس سے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے دروازے کا ہینڈل کھینچنے لگا کہ اس کو میری بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

مگر کاریڈور پار کرتے ارمغان کو کیا معلوم تھا کہ اس کی بات دل میں کہہ دینے سے پہلے ہی سن لی گئی تھی اور اس بات کا اندازہ ارمغان مطاہر علی کو جلد ہونے والا تھا۔

*****

۔

!: آج فاطمہ منظل سنسان لگتا تھا کہ جیسے زندہ لوگوں کا کوئی قبرستان ہو۔ یہ وہی گھر تھا جہاں آج کے دن پھولوں کی خوشبو، مٹھائیوں کے انبار اور خوشیوں کے آمد و رفت ہونی تھی۔ مگر قسمت کیسی بساط پلٹ دیتی ہے۔ نہیں! آج اگربتیوں کی اجڑی مہک، سوکھے مرجھائے چہرے اور تعزیت کرتے لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ آج صحن میں لال چادر کے بجائے سفید چاندی بچھی تھی۔ آج گلاب کی پتیوں کی جگہ تسبیح کے دانے اور کھجور کے بیج بکھرے پڑے تھے۔ سارہ کے نکاح کا دن کس کو اندازہ تھا کہ اس کی موت کا دن مقرر ہونا تھا۔

***

www.novelsclubb.com

اس حادثے کے بعد سے زندگی اتنی برق رفتاری سے دوڑا اٹھی تھی کہ اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا زندگی میں جو کچھ چند دنوں پہلے ہوا وہ حقیقت تھا یا فریب۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی خود کو قصوروار ٹھہرا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ دن گزری رات کے خواب ہوں۔ ہر بار کی

طرح وہ پھر سے غائب الذہنی کا شکار ہو گئی تھی۔ماحول سے بے نیاز اپنے خیالوں میں گم، کچھ سوچتا ہوا چہرہ۔

***

"السلام علیکم!" ایک دھیمی، اداس سی نظروں سے اس نے ایرج سے کہا۔اس کے نا مسکرانے کے باوجود بھی اس کے چہرے کے گرد دو ڈمپلز دکھائی دے رہے تھے۔

"وعلیکم السلام!" ایرج نے ہکلاتے ہوئے سلام کا جواب دیا، اب وہ بالکل جامد کھڑی تھی۔

کیسی ہو۔۔۔ایرج؟"۔اب کی بار اس نے بہت دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایرج سے پوچھا اور ایرج کو لگا تھا کہ اس کی دنیا وہیں تھم گئی ہو۔یہ وہی بھاری آواز تھی جو بہت سال پہلے بھی یونہی اس کا حال احوال پوچھا کرتی تھی۔مگر آج نہ وہ آواز ویسی اپنی اپنی لگی تھی، نہ وہ شخصیت۔سب بہت انجان لگنے لگا تھا۔

ایگل میموریل فٹ بال کلب میں آئے اس کو تقریبا تین سال ہونے کو آئے تھے اور اس نے اپنا نام بطور بیسٹ اٹیکر وہاں بنوالیا تھا۔آج کا یہ میچ بہت عام سا تھا۔مگر وہ ارمغان تھا۔

ہر چھوٹی چیز اس کے لئے ایک جنگ ہوتی تھی جس کا فاتح وہ خود کو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی ٹھہرا چکا ہوتا تھا۔

گیلی گھاس پر گرتے قدم، بھاگتے وجود اور چیختی آوازیں اس بات کو واضح کر رہی تھی کہ ٹیم ریڈ کے کھلاڑی مسلسل گول کی کوشش میں چلا رہے تھے۔

بال اب بھی ٹیم ریڈ کے حصے میں تھی۔ وہ تیز رفتاری سے اندھا دھند وقفے وقفے سے بال کو مارتے اپنے ساتھ لے کر جا رہا تھا کہ کسی نے اس کے قدموں سے بال چھین لی، وہ بدحواس سا رکا اور مڑ کر دیکھا۔ وہ ارمغان تھا۔ چہرے پر گیلے بال سامنے کو آئے ہوئے تھے، اس کی آنکھوں پر اس وقت چشمہ نہیں تھا۔ جرسی کی پوری آستینوں کو گرمی کے باعث کہنیوں تک چڑھایا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"It's all about pefect timing."

دو سیکنڈ کے لئے تمام لوگ ساکت ہو گئے۔ مگر جیسے ہی انہیں ہوش آیا کہ انہوں نے اپنی پرانی ٹینک استعمال نہیں کی تو تمام لوگ بھاگے

"پاس کر!"۔ارمغان کے کہنے پر اس نے بال کو پاس کرنے کے لئے پاؤں بڑھایا مگر تب ہی مخالف ٹیم کے ڈیفینڈر نے بال کو ٹانگ اڑا کر ارمغان کے پاس جانے سے روکا۔ بال دوسرے ڈیفینڈر کے پاؤں میں گئی جس نے اس کو لونگ پاس کر کے نہ فیلنڈر کو پہنچادیا ہے راہیم الٹنے۔ بال دوسرے ایلینڈر کے پاؤں میں گئی جس نے اس کو لونگ پاس کر کے مڈ فیلڈر کو پہنچادیا ہے۔ پورا گیم الٹنے والا تھا۔ جو جیت رہا تھا وہ ہارنے والا تھا۔

*****

ٹیم ریڈ کا گول ہونے کے ساتھ ہی ریفری نے سیٹی بجادی اور یوں ٹیم ریڈ آخری وقتوں میں کھیل کی بساط پلٹ کر اس گیم کی فاتح ٹھری۔ ٹیم ریڈ ایک گول سے جیت گئی تھی اور ٹیم بلو پریکٹس کا پہلا میچ ہی ہار گئی تھی۔

**

گھانس پر پاؤں لمبے کیے بیٹھا وہ شخص اب اپنا چشمہ اور جیکٹ اٹھا رہا تھا۔

"ارمغان! زندگی میں تو تم ہارتے رہے ہو، فٹ بال میں بھی پہلی مات مبارک ہو۔"

*****

اس نے سرمئی ہوڈی پہن رکھی تھی۔ ہوڈی کی ٹوپی سر پر تھی اور اس کے بال اس کے چہرے کو چھپا رہے تھے۔ باقی کا وجود کمبل سے ڈھکا ہوا تھا۔ فون کھولتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے میسج پڑھتے ہی ایک پن کو ڈڈالا، فون کو کنیکٹ کیا اور کال ملائی۔ دوسری طرف سے فون پہلی گھنٹی پر ہی اٹھا لیا گیا۔ "یہ کیا کیا تم نے؟ یہ پرسنل کام تھا جاہل، تم نے ویڈیو اپلوڈ کیوں کر دی؟" دوسری طرف سے کسی نے بے حد طیش کے عالم میں بات کی شروعات کی تھی۔

"تمہیں بس اس کو مارنا تھا، پچھلی بار تو نہیں کیا تھا تم نے ایسا، اب کیوں کیا؟ بات" سنو دورس! اگر کسی نے مجھے پکڑ لیا یا گرفتار کیا تو اچھا نہیں ہو گا۔" دوسری طرف سے اب بھی اسی انداز میں بات کی گئی۔

www.novelsclubb.com

"تو کیا ہوا؟ تھوڑے سے اور پیسے کما لئے میں نے تو کیا مسئلہ ہو گیا؟ تم نے مجھے ویڈیو ریکارڈ کرنے سے نہ منع کیا تھا نہ اجازت دی تھی، تو اس کا مطلب تھا میں جو کروں میری مرضی!"۔ وہ پرسکون مگر تلخ لہجے میں کہتا گیا۔

اپنی بات مکمل کر کے اس نے فون ترک کر دیا۔ فون کو بستر پر اچھال دیا اور خاموش سا قہقہے لگانے لگا۔ اب وہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

لیپ ٹاپ پر سر جھکاتے ہوئے بھی اس واقعے کو سوچتے ہوئے مسکرا رہا تھا جو اس نے دو دن پہلے انجام دیا تھا

(دو دن پہلے)

کوئی بھی اس کمرے کو ایک بار دیکھتا تو وہ پہچان جاتا کہ یہ انٹرنیٹ کے خطرناک ترین کمروں کا حصہ تھا۔ یہ ریڈ روم تھا۔ وہ لڑکا جس کا آدھا چہرہ لال پٹی سے چھپا ہوا تھا اور آدھا کالی ٹوپی سے، وہ کمپیوٹر کے قریب آیا اور اسے کھولنے لگا دو مونیٹر لگے تھے جن میں سے ایک پر کچھ کوڈز لکھے آ رہے تھے۔ ان کو دیکھتے ہوئے وہ دوسرے کمپیوٹر پر ان کوڈز کو ڈال رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے فائر کھلتی جا رہی تھیں۔ لمحے بعد ہی کمپیوٹر کنیکٹ ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ٹھک ٹھک ٹھک۔ کچھ دیر وہ ایسے ہی کمپیوٹر کوڈز ڈالتا، پیجز کھولتا بند کرتا، اور بالآخر وہ وہاں پہنچ ہی گیا۔

دس منٹ بعد وہ لائو جانے والا تھا۔لوگ انتظار والے خانے میں آنا شروع ہو گئے تھے۔وہ اب کمپیوٹر سے ہٹ کے کنارے میں پڑے اس وجود کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔وہ کوئی لڑکی تھی۔اس کے منہ پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس کو اس نے بندھے رہنے دیا۔

لائیو شروع ہو گیا تھی۔وہ کیمرے کے سامنے اس طرح آیا تھا کہ کیمرے میں اس کی شکل نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ اب بے تحاشہ آنے والے میسجز کو پڑھ رہا تھا۔لوگ اس کو کر

دس منٹ بعد وہ لائو جانے والا تھا۔لوگ انتظار والے خانے میں آنا شروع ہو گئے تھے۔وہ اب کمپیوٹر سے ہٹ کے کنارے میں پڑے اس وجود کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔وہ کوئی لڑکی تھی۔اس کے منہ پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس کو اس نے بندھے رہنے دیا۔

کو شروع ہو گئی تھی۔وہ انٹر کے سامنے اس طرح آیا تھا کہ کیمرے میں اس کی شکل نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ اب بے تحاشہ آنے والے میسجز کو پڑھ رہا تھا۔لوگ اس کو کرپٹو کے ذریعہ پیسے بھیج کر اپنا من پسندیدہ کام کرنے کی التجا کر رہے تھے۔وہ ساتھ ساتھ سب کی گزارش پڑھتا جاتا۔اسے سب سے زیادہ پیسے دینے والے کی بات پر عمل کرنا تھا۔اس نے سب سے زیادہ پیسے دینے والے کو ڈھونڈا اور اس کا مسج پڑھا۔

"Rape her"

دورس نے بیزاری کا اظہار کیا۔

"اس میں اب مزہ نہیں آتا۔ بہت کر لیا ہے یہ۔"۔

کچھ ہی لمحے بعد اسکی نظریں ایک پیغام پر ٹھر گئیں۔

"Make her eyes bleed"

"ہاں یہ مزے کا ہے!"۔ زیر لب کہتے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہاں وہ بے دل تھا۔ کسی جانور سے بھی زیادہ حیوان۔

چند سیکنڈز بعد اس نے ایک چشمہ اٹھایا اور اس کو دیکھتے ہوئے اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی گئی۔ چشمہ والا ہاتھ اس کے چہرے کے قریب لے کر گیا اور دوسرے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اس کی بند آنکھیں کھولیں۔ بہت آہستہ سے مگر سخت ہاتھوں سے اس نے اس لڑکی کو وہ چشمہ پہنا دیا۔ چشمہ بڑی مشکلوں سے اس کی آنکھوں میں دھنستا گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو کی سورت میں رسنے والا گرم خون دورس کی انگلیوں سے پار ہو کر اب اس کی ٹھوڑی سے اس کی گود پر ٹپک رہا تھا۔

قسط نمبر تین:

میں اس سنگم پہ ہوں اپنے قدم دھرے

میں ہوں اس مسکن کے انتظار میں

جو ہم دونوں کو ملائے گا،

مجھے معلوم ہے تمہارے پاس ہیں

سوالات کے انبار بڑے

مگر اس بار۔۔۔

میں ہوں اس ایک ملاقات کا منتظر

اور اب کی بار۔۔۔

میرے پاس ہیں تمہارے سوالوں کے جواب

مجھے ایک داستان ہے سنانی تمہیں

کبھی آو تو ذرا تم۔۔۔

مل بیٹھ کہ باتیں کریں گے

کیونکہ اس بار۔۔۔میں ہوں مکمل تیار،

لیکن تم پہ ہوں منحصر کہ،

کیا تم چند سوالات کے چکر میں،

کچھ ملاقاتوں کے بدلے،

اپنی زندگی کی بازی کھیل سکتی ہو؟

کیونکہ بلآخر۔۔۔ہم ایک ہی تو ہیں،

ہم ایک ہی منزل کے مسافر ہی تو ہیں،

بس ہمیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا ہے

کیونکہ ہمیں جدا،

بھلا کون کر سکتا ہے، ایکویرس؟

☆☆☆

سارہ کے کمرے سے اپنے کمرے تک سفر کے درمیان کیا ہوا تھا، ایرج کو کچھ ہوش نا تھا۔ جیسے آنکھوں پر پٹی بندھی ہو اور قدم بادلوں کے مانند۔ سیڑھیاں اترتے اسے احساس ہو گیا تھا کہ حنا اسکے پیچھے آئی تھیں۔

☆☆☆

رات کے گیارہ بجے کے قریب وہ اٹھا تو اس کی آنکھیں اب بھی اتنی ہی سرخ تھیں۔ چہرہ تکان زدہ لگتا تھا اور جسم میں میچ کے باعث ہلکا ہلکا درد تھا۔ کمرے کے گھپ اندھیرے میں اس نے اپنا موبائل دیکھا تو تیز روشنی سے اسکی آنکھیں چندھیا گئیں۔ مزمل کے پانچ میسجز اور دو وائس میسجز موصول ہوئے تھے۔ اس نے میسجز کو کھولا تو ان میں بتایا گیا تھا کہ اس کی تھیراپسٹ کل سے مختلف وقت پر آیا کریں گی۔

اس نے موبائل بند کر کے اپنے برابر بستر پہ اچھال دیا۔خود اٹھا اور الماری سے اپنا یونیو فارم (جو کہ آسمانی رنگ کی ٹی شرٹ تھی) نکالا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ایک بات ذہن نشین کرلی تھی کہ شفٹ پہ جانے سے پہلے اسے ایک اہم کام کرنا تھا۔

☆☆☆

مردوں کو باہر اور عورتوں کو اندر بیٹھایا گیا تھا۔حنا ارحم سے کچھ پوچھنے ہی باہر آئی تھیں کہ دونوں کی نظر تیز قدموں سے سیڑھیاں اترتی ایرج پر پڑی۔

حنا اور ارحم اس کے پیچھے آئے تھے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ایرج نے دروازہ بند کر دیا تھا۔بند دروازے کو حنا نے کھٹکھٹایا مگر جواب ندارد۔دور کھڑے کریم رنگ کے کرتا شلوار میں ملبوس ارحم کو پریشان نظروں سے دیکھا۔اسنے اشاروں میں کہہ دیا تھا کہ وہ اس سے بات کر کے گا کہ کیا ہوا ہے۔

وہ گھر آنے کے ساتھ ہی نہایا دھویا اور شلوار قمیض میں تیار ہوا تھا۔یہ اسکے باپ کا جنازہ تھا، مگر وہ کچھ محسوس نہ کر پایا تھا۔

"اسے ہمیشہ کمتر، لوزر، نا قابل اور ڈی گریڈ کرنے والا اسکا باپ آج مر گیا تھا، وہ اپنے باپ کے لیے اپنے آنسو ضائع کیوں کرتا۔" اس نے سوچا تھا۔

آنکھوں پر چشمہ اس وقت نہ تھا، چہرے پہ ہر دم سکون تھا، مسکراہٹ نہ تھی۔ وہ لوگوں کو پر سکون کرتا تھا، خود کیسے پریشان ہوتا؟

☆☆☆

وہ واش روم سے باہر آیا تو سوا گیارہ بج رہے تھے۔ سیاہ ٹراوزر پہ اس نے وہی نیلی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی اور اب سر پہ پی کیپ جماتے جوتوں کو شوریک سے نکال رہا تھا۔ جوتوں کے تسمے باندھتے اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا آوارہ بلا گھر سے پھر باہر تھا۔ جوتے پہنتے ساتھ ہی اس نے فون اٹھایا اور مزمل کو میسج لکھنے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

ایرج اور ایرج کا اندھیر کمرہ اس بات سے بے نیاز تھا کہ کب سورج ڈھلا اور چاند آسمان پہ آبسا۔ رات کے کچھ گیارہ بج رہے تھے جب اس نے فون دیکھا۔ کمبل ہٹا کر اسن ے اٹھنا

چاہا مگر کندھے، ہاتھ، پاوں اور کمر نے ساتھ نہ دیا۔ وہ روئی نہیں تھی مگر جسم گرم اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ کیا اسے بخار ہو گیا تھا؟

آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔ کمرے میں عجیب سی گھٹن اور حبس چھایا ہوا تھا۔ بستر کے ساتھ ہی سوئچ پہ ہاتھ مارا تو کمرے کی ایک بتی جل اٹھی۔ کمرے کی حالت کو دیکھا جاتا تو کہیں سے ایرج کا لگتا نہیں تھا۔ جگہ جگہ چیزیں بکھری تھیں۔ کپڑے، تصویریں، سارہ کی چیزیں... وہ شاک اور دکھ کے اسٹیج سے باہر آ رہی تھی۔ وہ قبولیت کی منزل پہ آ رہی تھی۔

اس نے فون اٹھایا، مزمل کے چند فارورڈڈ میسجز اور وائس میسجز آئے ہوئے تھے۔ اسکی چیٹ کھول کر اس نے پیغام لکھنا شروع کیا۔

قبولیت کی منزل پہ یہ اسکا پہلا قدم تھا۔

☆☆☆

ڈاکٹر نوشین کا کمرہ جتنا چھوٹا تھا، اتنا ہوادار بھی تھا۔ لکڑی کے بنے پٹ ہوا سے آر پار جھول رہے تھے اور اپنے آفس میں بیٹھی ڈاکٹر نوشین کا سر کاغذات کے پلندے میں تھا۔ چشمہ

آنکھوں پہ جمائے وہ کچھ پڑھنے میں مصروف تھیں کہ دستک پہ سر اٹھایا، سامنے ان کا مینیجر (کمپاونڈر) مزمل کھڑا تھا۔

سپاٹ مگر نرم چہرے سے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو مزمل نے چند منٹ قبل موصول ہوئے پیغام ان کے سامنے کیے۔

وہ پیغام پڑھ رہی تھیں جبکہ ان کے سامنے کھڑا مزمل اسی پیغام کو دہراتے کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹر نوشین سے تھیراپی لینے والا ان کا ایک مریض ارمغان مطاہر علی واپس ایک بریک لینا چاہتا ہے۔

"ہر دو مہینے ایسا کیوں کرتا ہے یہ؟" افسوس سے کہتیں ڈاکٹر نے فون واپس مزمل کو تھما دیا۔

مزمل نے دوسرا پیغام کھولا اور واپس موبائل انہیں تھمایا۔

"اچھی خبر یہ ہے کہ مس ایرج واپس آ رہی ہیں تھیراپی کے لیے۔" ساتھ ساتھ وہ کہہ رہا تھا۔

"چلو گڈ، ایرج سے ڈیٹیلز اور ٹائمنگز کا پوچھ لینا۔ باقی اور کوئی خبر مزمل؟"

ان کے سوال پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اوکے۔ میں اب آف کر کے جا رہی ہوں، تم بھی چلے جانا، خدا حافظ۔"

انہوں نے اٹھتے ہوئے اپنا بیگ اور باقی چیزیں تھامیں اور آفس سے باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

پیغام پر نیلے رنگ کا نشان دکھائی دے رہا تھا کہ پیغام موصول ہو چکا تھا اور پڑھ بھی لیا گیا تھا۔ ایرج نے فون اپنے برابر بستر پر ڈال دیا۔ اس کی آنکھیں سیاہ حلقوں سے ڈھک چکی تھیں۔ سر بھاری ہو رہا تھا مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس نے چپل پاؤں میں پہنی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ سٹڈی ٹیبل سے سامان سمیٹتے اسے کمرے کے دروازے کے پاس کچھ دکھائی دیا۔

وہ دروزے کے قریب آئی اور جھک کر زمین سے اٹھایا۔ وہ چاندی کی رنگ کا لاکٹ کا پینڈینٹ تھا۔ اس تکون نما پینڈینٹ پر کچھ ابھرے ابھرے سے حروف واضح تھے۔ وہ

اسے اور اس سے جڑی یادوں کو آج تک بھلا نہیں پائی تھی۔ وہ جانتی تھی کے یہ پینڈینٹ کس کا تھا۔ اسکو مٹھی میں دباتے وہ بستر کے قریب آئی اور فون سے وقت دیکھا

گیارہ بج کے بیس منٹ۔

وہ کچھ نہیں بھولا تھا، نہ وہ بھولی تھی.. بس حالات بدل گئے تھے،

وہ حالات ہماری اچھی یادوں کو مٹا تو نہیں پائے مگر ان یادوں کو دھندلا کر دیا تھا۔

ان ہی حالات نے ایرج کو بسمل بنا دیا تھا.

جرح زدہ بسمل۔

مگر وہ اس کے سامنے سب بھول جاتی تھی۔ اس کے سامنے اس کے ساتھ گزری بری یادوں کا پردہ گر جاتا تھا. کیونکہ اگر دل و دِماغ میں اس کے لیے کوئی خانہ خالی تھا بھی تو اُس میں صرف اچھی یادوں کا بسیرا تھا۔ کہتے ہیں نا کہ جب کوئی رشتہ ٹوٹ جائے تو ان لمحوں کو یاد کرو جب وہ رشتہ بنا تھا۔ کیونکہ اچھی یادیں ہی انسان کو سنبھالتی اور سہارا دیتی ہیں۔

ایرج بھی وہی کرتی تھی... کزن اور دوستی سے ہٹ کہ بھی ایک رشتہ تھا ارحم سے... یک طرفہ سا۔

اُس نے دروازہ کھولا اور صحن پار کر کے زینے چڑھنے لگی۔ماضی تھا جو بھی سب تھا۔

مگر آج... آج ذہن اور دل آزاد لگتے تھے۔آج ارحم پہلی بار اُس کے لیے حال والا ارحم تھا۔شادی شدہ،ایک بچی کا باپ،اور ایرج نامی لڑکی سے کوئی واسطہ نہ رکھنے والا ارحم۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کے آئی تو آسمان پر ستاروں کی چمک کم مگر واضح تھی۔ایک پر غور کرو تو دوسرا مل جاتا۔ایسے ہی پورا آسمان روشن لگنے لگتا۔

وہ گیلری کے پاس آئی تو سامنے ہی ارحم بیٹھا ہوا تھا۔ہاتھوں کی انگلیاں ہونٹوں پہ رکھ کے وہ دوسرے ہاتھ سے موبائل دیکھ رہا تھا۔ایرج کو آتا دیکھ کہ مسکرایا،فون کی روشنی بجھا کر فون ٹیبل پر رکھ دیا اور ہاتھ سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"آؤ ایرج، بیٹھو"۔رات کو کراچی کی سردی عروج پہ تھی۔ایرج نے دوپٹے کی جگہ اسکارف نما مفلر گلے کے گرد بندھا ہوا تھا،وہ اس کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

اسکے بیٹھنے کے ساتھ ہی ارحم نے ہتھیلی آگے کو کی۔"میری چیز؟"۔

ایرج نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا اور اس کے ہاتھ پر اس کے لاکٹ کا پین ڈینٹ رکھ دیا۔

ارحم کرتا شلوار سے اپنے انگریزروپ میں آتے ہوئے ابھی سیاہ جینز اور سفید ٹی شرٹ کے اوپر بھورے رنگ کے لونگ کوٹ میں ملبوس وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ پین ڈینٹ کا ہُک کھولتے ہوئے اس نے گلے کی چین سے اس کو جوڑ دیا، وہ چین اب لاکٹ کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

"آج آسمان پر ستارے کم ہیں، نہیں؟"۔اُس نے بات کا آغاز کیا، ایرج نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔

"غور کرو ارحم، اور بھی ستارے مل جائیں گے.."

"مگر میں جو ستارہ ڈھونڈ رہا تھا، وہ تو مجھے مل گیا"۔ارحم نے آسمان سے چہرہ ہٹا کے ایرج کو دیکھا، اسکے چہرے پر دھیمی اور نرم مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔

"تم جانتی ہو ایرج کہ میں نے تمہیں کبھی بتایا نہیں کہ تم کس ستارے جیسی ہو؟"۔ایراج کا جواب نہ آنے پر اس نے الٹا سوال کیا۔

"نہیں... تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا... کونسا ستارہ ہے وہ؟"۔ایرج کے چہرے سے مسکراہٹ ڈھلتی اور پھر اس کی پر سکون آواز سن کے واپس چہرے پر طاری ہو جاتی۔

"الثئیر.. تم الثئیر ہو ایرج...زمین سے سب سے قریب ستارہ.. مگر سب سے بلند ستارہ۔"۔

"الثئیر...اس کا کیا مطلب ہوا؟"۔اور باتوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ارحم نے اس کی بات پر آسمان سے واپس نظریں ہٹائیں اور حیرانی سے اسے دیکھا... پھر میز پر پڑے موبائل کو کھولتے کچھ ڈھونڈنے لگا۔

"اکیس اگست، آج سے تقریباً چار سال پہلے میں نے تمہیں ہر ستارے کا نام اور اس کے مطلب بتائے تھے۔ساتھ یہ بھی بتایا تھا کہ وہ ستارہ کہاں سے سب سے زیادہ آسانی سے دکھ سکتا ہے۔شاید تم بھول گئی"۔

وہ اپنے موبائل کی سکرین اس کے سامنے کیے بول رہا تھا، فون پر کیلنڈر کھلا ہوا تھا کو چار سال پہلے اگست کی اکیسوی تاریخ کو نشان زدہ دیکھا رہا تھا اور ساتھ ہی اس دن کا عنوانِ گفتگو لکھا تھا۔

ارحم نے بولنا بند کیا اور فون واپس رکھ دیا... اور ایرج بس اسے دیکھے گئی...

"تو پچھلے گزرے عرصے میں جو ہماری معمولی باتیں ہوتی تھیں۔۔۔وہ معمولی نہیں تھیں؟ارحم ہر رات کے لیے الگ سے موضوع تلاش کرتا تھا۔۔۔"

ارحم کی مسکراہٹ گھمری ہوتی گئی، پھر اس نے ایک سانس لی۔

"جو میرے دل و دماغ کے سب سے قریب ہوتے ہیں ایرج۔ میں اُن کی باتوں کو یہاں (انگلی کی مدد سے ماتھے کو چھوا) اور یہاں (اُسّی اُنگلی سے سینے پر دل کی جگہ چھوا) محفوظ رکھا ہوا ہے۔اور میری زندگی میں ایسے صرف چھے لوگ ہیں، تم، سعد، دانیال، سارہ، حانا اور زویا"۔

www.novelsclubb.com

اسنے بولنا بند کر دیا۔اب وہ بس ایرج کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"یہیں رکو، میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں۔ وہ لے کر آتا ہوں"۔وہ کہتے ہوئے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور گیلری سے اپنے کمرے تک چلتا چلا گیا۔

اور ایرج...ایرج جسمانی طور پر تو اس ہی گیلری میں رہ گئی تھی مگر ذہنی طور پہ وہ زمین سے کہیں بہت دور کا سفر کر چکی تھی...آسمانوں پہ، بادلوں کے قریب، النتیر کے پاس۔

کوئی ارحم نسیم سے محبت کیسے نہیں کر سکتا تھا؟اس کو کیسے پتا ہوتا تھا کہ کس انسان کو کس وقت کس چیز کی ضرورت ہے...کیسے؟

چند منٹ بعد ارحم واپس گیلری میں آیا تو اس کے ہاتھوں میں ایک ڈبہ تھا، آتے ساتھ ہی اس نے ڈبہ ایرج کی طرف بڑھایا اور سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

ڈیڑھ گھنٹہ انہوں نے ایسے ہی باتیں کی۔کچھ اس نے اپنی سنائی، کچھ ایرج نے اپنی۔اس کا اصل مقصد ایرج کو کالم ڈاؤن کرنا تھا شاید وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔

ایرج نے وہ تحفہ نہیں کھولا تھا۔شاید وہ کبھی کھولے بھی نہیں۔شاید وہ تحفہ کسی کو دے دے۔شاید وہ ان "تحائف" سے موو آن کرنا چاہتی تھی۔ان تحائف کو دینے والے سے بھی۔وہ ان دلاسوں میں آجائے، محبت میں نہیں، پھر سے بالکل نہیں۔

----X------

آسمان اور ارمغان کی آنکھوں کے رنگ میں کوئی فرق نہ تھا۔سیاہ آسمان تلے روشن شہر کی سڑک پر ان کی بائیک ایک ڈرگ مارٹ کے سامنے آکر رک گئی تھی۔ڈرگ مارٹ کی بتیاں ہی وہ واحد بتیاں تھیں جو اس ویران سڑک پر تھوڑی بہت روشنی پہنچا رہی تھیں۔

اس نے بائک سے اترتے ہوئے بائیکر کو پیسے تھمائے اور مارٹ کے اندر داخل ہو گیا۔ آج پھر سے وہی معمول تھا۔ انہی دوائیوں سے مہکتی روشن دیواروں نے اس کا استقبال کیا تھا۔ ویسے ہی سیٹ ہوئی ریکس، دوائیں، فریج میں رکھے جوسز کے ڈبے۔

ارمغان نے اپنے پیچھے دروازہ بند ہوتے ہوئے محسوس کیا، اور اس کے بعد اس کی نظر واصف پر پڑی۔

واصف انیس بیس سال کا ایک نوجوان لڑکا تھا جو اس وقت ارمغان سے دور رکھے ایک ریک میں دواؤں کو ترتیب دے رہا تھا۔ جب اسے ارمغان کی موجودگی کا احساس ہوا تو اس نے اس کی طرف دیکھا۔

www.novelsclubb.com

وہ مسکرایا نہیں۔

بس اسے چبھتی نظروں سے دیکھا۔

نہ ہی اس نے سلام کیا تھا۔ فضا میں تناؤ بڑھ سا گیا تھا۔ کچھ تھا جو بہت گھٹن دینے لگا تھا۔ ارمغان نے اپنی شرٹ کا اوپری بٹن کھول دیا۔ دونوں کی نظریں صرف ایک لمحے کے لیے ملی تھیں۔ اس کی نظروں میں کچھ بہت چبھتا ہوا سا تھا، کچھ ایسا جو ڈرا رہا ہو۔

ارمغان نے نظریں پھیرتے ہوئے قدم مختلف جانب بڑھا دیے۔واصف کو کیا ہوا تھا وہ نہیں جانتا تھا مگر اسے کچھ یاد آ رہا تھا۔

''واصف کے سامنے کیا ہوا تھا؟''اس نے پچھلی رات کے منظر کو یاد کرنا چاہا جو اس کے دماغ میں بس ایک مدھم سے داغ کی صورت رہ گیا تھا۔دھندلا،مٹا ہوا،انجان۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ریک کے پار اسے واصف پھر نظر آیا۔وہ اب اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ارمغان ریک کے پیچھے اس طرح چھپا تھا کہ وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا مگر ارمغان اسے دیکھ سکتا تھا۔

اس نے ایک ریک کے شیشے سے بنے پٹ سے اپنی پشت ٹکائی اور آنکھیں بند کر لیں۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ اسے ٹھنڈے پسینے آ رہے ہیں۔اس نے ہاتھ کی پشت سے گردن پر آتے پسینے کو پونچھا اور تبھی اسے محسوس ہوا کہ اس کے سامنے کوئی وجود آ کھڑا ہوا ہے۔ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر وہ ہوا میں بھاری تناؤ محسوس کر چکا تھا۔اس نے آنکھیں کھولیں۔

اس کے سامنے واصف کھڑا تھا۔

اگلے ہی لمحے وہ واصف کو دھکا دیتے دوسری طرف کو بھاگا تھا۔

وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ واصف سے کیوں بھاگ رہا تھا؟ واصف اس کا دوست نہیں تھا مگر اس نے ایسا کیا کیا تھا کہ اس کو بھاگنا پڑ رہا تھا؟ اس کے اور واصف کے درمیان کیا ہوا تھا؟ وہ پتا نہیں کیوں بھاگ رہا تھا اور واصف اس کے پیچھے کسی جانور کی طرح کیوں پڑا ہوا تھا؟ اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔ اسے بس واصف کی موجودگی سے ایک احساس ہوا تھا۔۔ ڈر کا احساس۔ اسے واصف سے خوف محسوس ہو رہا تھا اور انسان کے لیے ایک احساس ہی کافی ہوتا ہے، کوئی رد عمل دینے کے لیے۔

وہ بڑے سے مارٹ میں ایک ریک کے پیچھے چھپ گیا۔ واصف

کہاں تھا اُسے اندازہ نہیں تھا۔ جیسے وہ دونوں کسی maze کا حصہ ہوں۔ جیسے وہ کسی بُھول بھلیاں میں چوہے بلی کا کھیل، کھیل رہے ہوں۔

ارمغان کو اپنے سے پیچھے والی قطار میں کسی کے قدموں کی آہٹ کا احساس ہوا۔

اور یہ وہی لمحہ تھا۔۔۔

جب ارمغان کی یاداشت بدلنا شروع ہو گئی تھی۔

اس کا روپ پہلے جیسا ہی تھا مگر اس کا دماغ۔۔۔

اسکا دماغ بدل رہا تھا۔

اُس کے ہاتھوں کی رگیں اُبھرنے لگیں تھیں۔اُس کی آنکھیں اس قدر سُرخ تھیں کہ جیسے آنکھوں میں خون اُتر آیا ہو۔

بس ایک لمحہ لگا تھا۔۔۔

ارمغان کو دوروس بننے میں۔

رات کے بارہ بج چکے تھے اور سب کچھ ایک سا ہونے کے باوجود بھی ایک سا نہیں رہا تھا، کم از کم دوروس کے لئے نہیں۔

کل رات کیا ہوا تھا، وہ سب اُسے یاد آتا جا رہا تھا۔ کیونکہ اُس کی یاداشت اور شخصیت بدل رہی تھی۔

دوروس نے اپنی جیب سے پاکٹ نائف نکالی تھی اور اب وہ قدم آگے کی جانب بڑھا رہا تھا۔

(چوبیس گھنٹے پہلے)

چاقو کی نوک کتنی مرتبہ اس کے پیٹ کے آر پار ہو چکی تھی، وہ گنتی خود بھی بھول گیا تھا۔

دوروس تقریباً اُس مردہ شخص کے اُوپر بیٹھا ہوا تھا۔اُس کا چہرہ سامنے تھا، ایسے کہ وہ اُس انسان کو تڑپتا ہوا با آسانی دیکھ سکے۔اس نے ایک بار پھر چاقو اُس کے سینے میں گھونپ دیا۔ خون کا بہنا رفتہ رفتہ مدہم پڑتا جا رہا تھا۔دوروس کی سفید شرٹ اب خون سے رنگ گئی تھی ۔اُس کا چہرہ مشکل سے ہی واضح تھا، وہ مکمل خون میں نہا گیا تھا۔

"مجھے انکار اچھے نہیں لگتے۔"اس نے بہت ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تھا جیسے اپنے کسی دوست سے مخاطب ہو۔اور تبھی اُسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

پرائویٹ واشروم کے دروازے کے پاس واصف کھڑا تھا۔

(حال)

اُسکے دماغ کے پردوں پر پچھلی رات کے واقعات لہرا رہے تھے کہ اُس کے سامنے واصف کھڑا دیکھائی دیا۔واصف کے ہاتھوں میں بھی ایک پاکٹ نائف تھی جسے اُسنے دوروس کے سامنے کیا ہوا تھا۔

دونوں آمنے سامنے تھے۔ایسے کہ ان میں سے کسی ایک کی لاش یہاں سے رخصت ہو گی۔

''میرا بھائی کہاں ہے؟''واصف کے الفاظ ٹوٹ رہے تھے،لہجہ بھی کمزور۔

''چھری نیچھے کر----''۔

www.novelsclubb.com

دوروس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی مارٹ کا دروازہ کھلا اور ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ مارٹ کے اندر داخل ہوئی۔

دوروس کے وحشت ناک چہرے پر ایک یارانہ مسکراہٹ طاری ہوتی چلی گئی۔اُس نے اپنے چاقو کو نیچے کیا اور ایک اُنگلی اپنے ہونٹ پر رکھی۔

"تم مجھے قتل کرو گے واصف؟یوں ایک عورت کی موجودگی میں؟دوروس مسکراہٹ دبائے کہہ رہا تھا۔

"جاو شاباش جا کر دیکھو وہ عورت کیا خریدنے آئی ہے،ارے چُھری تو نیچے کرو یار۔" دوروس نے واصف کی طرف ایک قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

واصف نے ایک قدم پیچھے لیا۔

"تمہیں پتا ہے تم۔۔۔۔"دوروس کی مسکراہٹ اور اُس کے لہجے میں زمیں آسمان کا فرق تھا۔اسکے لہجے میں گرمائش تھی جو ماحول میں مزید گھٹن پیدا کر رہی تھی۔

"ایکسکیوزمی؟کوئی ہے یہاں؟"

www.novelsclubb.com

دوروس عورت کی آواز سُنتے ہی واصف سے پیچھے ہوا۔اُنگلی کے اشارے سے جانے کا کہا۔

"مُنہ نہیں کھولنا واصف،ورنہ تمہارے ساتھ وہی ہو گا جو پچھلے دن ہوا۔یاد ہے ناں جب تمہارے بھائی۔۔۔۔چپ۔بلکل چپ رہنا ورنہ۔۔۔"

اس سے پہلے دوروس جملہ مکمل کرتا، واصف وہاں سے تقریباً بھاگتا ہوا گیا تھا۔ دوروس کو اُس کے تھرتھراتے ہونٹوں اور کپکپاتے جسم سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی کے سامنے مُنہ نہیں کھولے گا۔

مگر اُس کا زندہ رہنا دوروس کی موت بن سکتا تھا۔

دوروس نے اپنی جیب سے وہی گھڑی نکالی جس کا سامنے والا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اُس نے گھڑی کے کانٹے بارہ کے ہندسے پر لا کر روک دیئے اور گھڑی وہاں ریک پر چھوڑ دی۔ اسکا کام ہو گیا تھا۔ کل اس گھڑی کے مطابق، اسی وقت پر اس کے ساتھی ایک حادثے کے طور پر واصف کو قتل کر دیں گے۔ سمپل۔

www.novelsclubb.com

--------x--------

(سات مہینے بعد)

اس کی آنکھوں کے سامنے ایک منظر چل رہا تھا اور وہ اس منظر کو ایک خاموش تماشائی کی طرح دیکھتے نظر بند کر رہی تھی۔ کچھ نہیں کر رہی تھی اور نہ کر سکتی تھی۔ بس جو ہو رہا تھا اُسے دیکھ اور قبول کر سکتی تھی۔

ایک گھڑی کی سنہری چمک نے اُسے جھنجھلایا تھا۔ مگر وہ اُٹھ نہیں پائی تھی۔

وہ کہاں تھی؟ کیا جو وہ دیکھ رہی تھی حقیقت تھی یا ایک سراب؟

اُسکے سامنے ایک عورت اُوندھے مُنہ لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کے بال خون کی وجہ سے اُس کے چہرے سے چپک رہے تھے۔

ایرج اُس عورت کے پاس گئی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کون ہے؟

ایرج نے اُسکے کندھے پر اپنے ہاتھ رکھے۔

وہ ایرج کی ہمشکل تھی۔ وہ چلا رہی تھی اور ایرج بھاگ رہی تھی۔ اُس کے پیچھے اب وہ وجود بھی بھاگ رہا تھا جو ایرج جیسا دکھتا تھا مگر اس کے چہرے پہ بہت زخم تھے، چہرہ سرخ خون میں ڈوبا ہوا لگتا تھا۔ وہ اُسے اپنا ہم شکل نہیں مان سکتی تھی۔ وہ ایسی نہیں تھی۔ مگر وہ اس کے جیسے دکھتی تھی۔ اس کے بال بھی ایرج جتنے چھوٹے تھے۔ چہرے کے زاویے بھی تقریباً مترادف۔

اور پھر ایرج کو احساس ہوا کہ وہ اُونچائی سے گر رہی ہے۔

یہ وہی پل تھا جب اُسکی آنکھ کُھلی تھی۔

تاریک رات کے سائے تلے وہ اُس کے گھر کے عقب میں کسی سائے کی طرح کھڑا تھا۔

کسی حفاظت کے سائے کی طرح۔

اُس نے کھلی کھڑکی کے پار سے ایرج کو اُٹھتے ہوئے دیکھا تھا۔ اُسکا دل چاہا تھا وہ فوراً اُس کے کمرے میں اُس کے پاس پہنچ جائے۔ وہ ایرج کو ایسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ڈری ہوئی، سہمی ہوئی۔ مگر وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ سوائے اُسے دیکھنے کے، اُسکی حفاظت کرنے کے۔

"اگر ایرج جان گئی تو وہ تم سے محبت کیا، نفرت بھی نہیں کرے گی۔"

www.novelsclubb.com

وہ جب اُس سے ملنے کی اور اسے سب بتانے کی کوشش کرتا تھا تب یہ سوچیں اُس کے قدم زنجیر کر دیتے تھے۔

"دنیا کے لئے ایک داغ ہی ہوں۔۔۔ اگر ایک لڑکی کے لئے بھی ہو جاؤں گا تو کیا ہی فرق پڑے گا؟" وہ کھڑکی سے سہمی ہوئی ایرج کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"ساری دنیا نفرت کرتی ہے، لیکن اگر وہ نفرت کرے گی تو فرق پڑے گا۔ مجھے پڑے گا ۔"ایک اور سوچ۔

"ایک دن ایرج۔۔۔جب میری اچھائی میری ذات کی غلاظت پہ حاوی ہو جائے گی۔ ایک دن میں تمہاری اچھائی کے قابل ہو جاؤں گا۔ میں دُنیا کے لئے بُرا بننے کو تیار ہوں، مگر میں تمہارے لئے ایک بُرا انسان بننے کو تیار نہیں ہوں۔ تم میری زندگی سے نہیں نکل پائیں اور نہ میں تمہیں نکال پایا اپنی زندگی سے۔اور اب۔۔۔۔مجھے تم سے فرق پڑتا ہے" ۔

وہ یہ الفاظ خود سے کہہ رہا تھا۔ جیسے خود سے ایک وعدہ کر رہا ہو۔

"اور تب۔۔۔میں تمہارا انتظار نہیں کروں گا۔اور پھر میں یوں رات کو نہیں آیا کروں گا، کیوں کہ صبح و شام پھر تم ساتھ ہو گی۔"

وہ اُس کے گھر سے پلٹ گیا تھا۔ وہ تکلیف میں تھی لیکن محفوظ تھی۔اُسے اطمینان نہیں ہوا تھا لیکن دل کو بہلانے کے لیے خیال کافی تھا۔

آج چھے ماہ ہو گئے تھے۔ارمغان روز اس کے گھر کے باہر کھڑے کھڑے رات گزار دیتا تھا،اُسے پریشان کئے بغیر کسی اپنے کی طرح اُس کی حفاظت کرتا تھا۔

کیونکہ جس گھر میں وہ رہتی تھی۔

وہاں اُس سے بھی بڑے حیوان رہتے تھے۔

"ایرج مجھے لازمی انفارم کرنا اگر پھر سے وہی وژن واپس آئیں۔ تمہیں سات ماہ سے وژن میں اپنی ہمشکل دکھ رہی ہے۔اگر اب واپس وہی خواب آئے تو بلا جھجک مجھے ٹیکسٹ کرنا۔اپنی زندگی سے اسٹریس ختم کرنا ہے اب تمہیں،اوکے ؟زندگی میں ماضی کو سوچنے کے علاوہ اور بھی بہت سرگرمیاں ہیں۔تم لوگو ڈیزاننگ دوبارہ شروع کرو۔۔۔"

ڈاکٹر نوشین گھر کے خارجی دروازے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتی ایرج کو مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہیں تھیں،ایرج سر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی تھراپسٹ کو دیکھ رہی تھی۔

اپنی ڈاکٹر کو خدا حافظ کہتے ہوئے وہ سیدھا اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

گھر عجیب ہو گیا تھا۔ یا شاید اب گھر کہلانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ اب بس چلتے پھرتے بے جان لوگوں کا مکان بن گیا تھا۔ مسکراہٹ تو اس گھر سے جیسے عرصہ پہلے ہی رخصت ہو گئی تھی۔

سارہ کے گُم جانے کے چار ماہ بعد اُس کی لاش کی ہڈیاں تین مختلف گٹر کے نالوں سے برآمد ہوئیں تھیں۔ سارہ کی زندگی کی اُمید ختم ہو چکی تھی۔ اب اس گھر سے رونقیں اٹھ چکی تھیں۔ کوئی خوشی آتی تھی تو گھر کی فضاؤں میں موجود غم اُن خوشیوں کو دبا دیتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گھر کے مکین زندگی کی طرف لوٹ رہے تھے لیکن اب بھی ایک جگہ خالی سی تھی جسے کوئی بھی خوشی پُر نہیں کر سکتی تھی۔

آج ایرج کو تھراپی لیتے ہوئے سات ماہ ہو گئے تھے۔ سارہ کے غائب ہونے کے بعد تھراپی کے ذریعے جتنا وہ زندگی کی طرف واپس آئی تھی، اُسکی لاش ملنے کے بعد اُتنی ہی جلدی اور بُری طرح بکھر گئی تھی۔ وہ اپنی زندگی جیسے جی کے آئی تھی کہ اُسے لگتا تھا کہ اس سے زیادہ کٹھن زندگی کیا ہی ہو گی۔

وہ بولنے لگی تھی۔

بہت مدھم سا مسکرانے بھی لگی تھی، مگر ماضی کی یادیں اب بھی دل و دماغ میں بہت جاندار تھیں۔

اُسے بہت عرصہ لگ گیا تھا یہ یقین کرنے میں کہ سارہ مر گئی ہے۔

مگر۔۔۔

وہ بھول گئی تھی کہ سارہ مری کیسے تھی۔

اُسے تمام واقعات کسی بُھجتی روشنی کی طرح یاد تھے۔وہ بھول گئی تھی کہ۔۔۔اُس دن کیا ہوا تھا۔اُس کے ساتھ بھی اور سارہ کے ساتھ بھی۔

www.novelsclubb.com

بلکل سعد کی موت کی طرح وہ سارہ کی موت بھی بھول گئی تھی۔

وہ زندگی کی طرف آ رہی تھی مگر دماغی طور پر وہ اب بھی ماضی اور حال کے بیچ کسی جھولے کی طرح اٹک گئی تھی۔

مگر ایرج بدلی ضرور تھی۔ان گزرے سات مہینوں میں اُسے ایک فن آ گیا تھا۔

قبول کرنے کا فن۔

حقیقت مان جانے کا فن، ہنستے ہوئے یا روتے ہوئے۔۔۔ مگر زندگی کو جینے کا فن۔

فجر کا وقت گزرے کافی وقت ہو گیا تھا۔ سورج اپنی تپش برسا رہا تھا۔

وہ اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اپنے بلے کو دیکھا۔ اسے گود میں اُٹھائے بالکنی کی طرف آیا اور پردے ہٹائے۔ دھوپ چھنتی ہوئی اُس کے چہرے پر پڑی تو اُس نے نظریں پھیر لیں۔ ٹو سیٹر صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے بگی کو گود میں بٹھایا اور میز پہ پی کیپ رکھتے ہوئے گھر کی چابی ٹیبل پر اُچھال دی۔ اب وہ اپنے بلے کا سر سہلا رہا تھا۔

"آج سات ماہ ہو گئے بگی۔۔۔ تم ہی بتاؤ مجھے اور کتنا انتظار کرنا پڑے گا؟" وہ اپنے بلے کے ساتھ اس طرح مخاطب تھا جیسے بگی ابھی اُس کو جواب دینے لگے گا۔

"انتظار تھکا دیتا ہے۔۔۔ تم تو ہو ہی آوارہ، تم نے کی ہے کسی سے محبت؟" اس کے کہنے پر بگی نے اسے بے تاثر نظروں سے دیکھا، تھا تو وہ بھی جانور ہی، اُسے کیا معلوم تھا انسانوں کی زندگی اور جذبات کا۔

"میں جتا نہیں رہا، مگر میری اُمید بھی تو کمزور پڑ رہی ہے۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ یہ انتظار رائیگاں نہیں جائے گا، اس کے لئے انتظار کرنا آسان لگتا ہے مجھے، اس کی حفاظت کے لئے اذیت جھیلنا مشکل نہیں لگتا۔"

وہ ماتھا صوفے سے ٹکائے اُداسی سے کہہ رہا تھا۔ ہاتھ ہنوز اپنے بلے کے سر پر تھا۔

"سات ماہ پہلے میں نے ہار مان لی تھی اُس کے آگے، مگر مجھے کیا اندازہ تھا ان آزمائشوں کا۔

"ارمغان کے لبوں پر ایک مسکراہٹ آئی تھی، ایک اُداس مسکراہٹ۔

"مجھے پتا ہے کہ وہ آئے گی۔ میں سات ماہ سے اس ایک ملاقات کے لئے خود کو تیار کر رہا ہوں، مگر کیا میں اُسے یاد بھی ہوں گا؟" وہ ایک بار پھر بگی کی طرف متوجہ تھا۔

"پتا نہیں میں خود کیوں اپنے قدم اُس کی طرف نہیں بڑھا پا رہا، میں اُس کا انتظار کیوں کر رہا ہوں؟" اُس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"شاید اس لئے کہ مجھے معلوم ہے۔۔۔ اس کے لئے انتظار ورتھ اٹ ہو گا"۔ اب وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بگی کو اُس نے زمین پر اتار دیا تھا۔

سات ماہ پہلے ارمغان نے محبت کو قبول کیا تھا۔ لبوں سے نہیں، دل ہی دل میں بس۔ زندگی میں اُس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ محبت نامی کسی رشتے سے آشنا ہوگا۔ سات ماہ پہلے اُس نے نا صرف ایرج کو سوشل میڈیا پر تلاش کر لیا تھا بلکہ اس کے گھر کا آئی پی اڈریس نکال کر اُسے ٹریس بھی کر لیا تھا۔

اور ان سات ماہ میں اُس نے ہر رات ایرج کے گھر کے باہر گزاری تھی۔ کبھی اُس کے گھر کے سامنے موجود پارک میں، کبھی اس کی کیاری میں اور کبھی گھر کے باہر موجود گاڑی میں۔

سات ماہ ارمغان نے ایرج کو راتوں میں جاگتے دیکھا تھا۔ اور اُسے افسوس تھا کہ وہ اُس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

ارمغان کو اُس کی حفاظت کرنی ہی تھی کیونکہ اُس کے گھر میں بہت کچھ ایسا تھا جس سے ایرج کی حفاظت کرنا ضروری تھی۔

----

www.novelsclubb.com

ایرج آلتی پالتی مارے بستر پر بیٹھی تھی۔اُس کی آنکھوں کے سامنے اُس کا بند لیپ ٹاپ پڑا تھا۔وہ اُسے دیکھتے کسی گہری سوچ میں گُم تھی۔پھر آہستہ سے چشمہ چہرے سے ہٹائے، آنکھیں بند کر کے ناک کی ہڈی دبائی۔اُس کے سر میں درد کی ٹھیس اُٹھ رہی تھی۔وہ کافی دنوں سے ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی،آج بھی یہی معمول تھا۔رات کے ڈھائی بج رہے تھے اور وہ اب بھی جاگ رہی تھی۔،

اُسے نیند سے ڈر لگتا تھا۔نیند میں آتے خوابوں سے ڈر لگتا تھا۔

ایرج کو کمرے میں گھٹن محسوس ہوئی تو اُس نے پردہ ہٹایا اور کھڑکی کے پٹ کھول دیے۔ ایک سرد ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہوتے ہی کمرے کو یخ کر گیا تھا۔

بلآخر کافی سوچوں کے گزر جانے کے بعد اُس نے گول چشمہ واپس پہنا اور لیپ ٹاپ کھولا ۔

زندگی ایک بار پھر سٹارٹ ہونے لگی تھی۔وہ خوش تھی بھی اور نہیں بھی۔وہ سب شروع صرف اپنے لئے کر رہی تھی۔

سات ماہ بعد آج اُس نے اپنا لیپ ٹاپ کھولا تھا۔

"کتنے فیڈ بیکس، کتنے لوگوں کے آرڈرز آئیں ہوں گے ؟" اسکا ذہن سوچ رہا تھا۔اور وہ ہاتھوں کو لبوں پر ٹکائے غور سے لیپ ٹاپ کی جگمگاتی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

پانچ منٹ لگے تھے اُسے تمام ای میلز کا اوپر اوپر سے جائزہ لینے میں۔جیسا ایرج نے سوچا تھا ویسا ہی ہوا تھا۔اُسے بے تحاشہ آرڈرز موصول ہوئے تھے۔

مگر ان میں سب سے منفرد ای میل ایک فٹ بال کلب سے موصول ہوئی تھی۔اُس نے بے اختیار ای میل کو کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔اُسے لوگو ڈیزائن کرنے کا کہا گیا تھا۔ای میل تین دن پرانی تھی اور اُسے آرڈر مکمل کرنے کے اچھے بھلے پیسے مل سکتے تھے۔

ایرج نے ریپلائی میں ایک ای میل لکھ کے بھیج دی جس میں اُس نے کام کرنے کی حامی بھی بھری تھی۔

اسی وقت ایرج کو اچانک خیال آیا تو اُس نے لیپ ٹاپ پر ہی انسٹا گرام کھولتے ہوئے اُس فٹ بال کلب کا پیج ڈھونڈا،اُنگلیاں تیزی سے لیپ ٹاپ پر حرکت کر رہی تھیں۔اور اگلے چند لمحات میں پیج اُس کے سامنے کھل گیا تھا۔

اُس نے پیج اسکرول کر کے چند پوسٹس دیکھیں۔اُسے پتا چلا کہ زیادہ تر پوسٹس ایک کھلاڑی کی ہی تھیں جسے "بیسٹ اسٹرائکر" کا خطاب دیا گیا تھا۔اُس کے چند گولز کی ویڈیو سامنے آ رہی تھی۔کھلاڑی کی شکل واضح نہ تھی۔

"ارمغان مطاہر علی"۔ایرج نے زیرِ لب اُس کھلاڑی کا نام پڑھا تھا۔

اور پھر۔۔۔

چند پوسٹس کے بعد اسکرول کرتے کرتے اُس کی انگلیاں ایک پوسٹ پر ٹھہر گئیں۔

شکل واضح دِکھ رہی تھی۔تصویر میں اُس نے ایک ٹرافی پکڑی ہوئی تھی۔اُس کے سر پر سفید پی کیپ تھی۔چہرے پہ بھی ایرج جیسا گول چشمہ تھا۔اور نیلے رنگ کی جرسی زیب تن کی ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

بس یہی ایک لمحہ تھا جس نے ایرج کے پورے وجود کو جھٹک کر رکھ دیا تھا۔اگلے ہی لمحے اُس کے سر میں اتنی تیز درد کی ٹیس اُٹھی کہ ایرج نے درد سے آنکھیں میچ لیں۔اُس نے بے اختیار اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے مسلا۔

"میری گھڑی۔۔۔"

"ایکسکیوزمی۔۔۔"

"Be careful"

ایرج کے دماغ کے سیاہ پنوں پر کسی کا دھندلا چہرہ لہرایا تھا۔وہ کون تھا؟اُسے یاد نہیں تھا لیکن وہ جو بھی تھا،وہ کہیں بہت قریب تھا۔

ایرج نے اپنی جلتی ہوئی آنکھیں کھولیں۔آنکھوں کے سامنے منظر چلنے لگا تھا۔اُس نے بہت مشکل سے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دوبارہ دیکھا تھا۔اسکرین پر اُس کھلاڑی کی تصویر اب بھی کھلی تھی۔پی کیپ،ہلکی داڑھی،سیاہ آنکھیں،گندمی رنگت۔

"ارمغان مطاہر علی"۔اُسنے ایک بار پھر اُسکا نام دہرایا،اور اس بار جیسے خود کو حفظ کروایا تھا

www.novelsclubb.com

۔

اگلے ہی لمحے اُس کی اُنگلیاں کیبورڈ پر چل رہی تھیں۔

-----x------

رات گہری ہوتی جارہی تھی۔ کتوں کے بھونکنے اور چمگادڑوں کی مدہم آواز فضا میں واحد شور تھا۔ وہ معمول کے مطابق اسی پارک میں آکر بیٹھا ہوا تھا جہاں وہ روز آیا کرتا تھا۔

پارک میں ایک بڑی سی زرد رنگ کی بتی جل رہی تھی جو اس جگہ کو روشن کرنے کے لیے کافی تھی۔ پارک کے بیچوں بیچ ایک فوارہ تھا جس سے پانی پھوار کی صورت نکلتا زرد روشنی میں چمک رہا تھا۔

مگر ارمغان اس وقت پارک کی اندھیر جگہ بیٹھا تھا جہاں اس کے سر پر بڑے بڑے ناریل کے پیڑ اسایہ فگن تھے۔ پارک کی روشنی وہاں تک پہنچ نہیں پارہی تھی جس کی بدولت وہ وہاں دور سے بس ایک سایہ لگ رہا تھا۔

اس کے ہاتھ میں لائٹر تھا جسے وہ وقفے وقفے سے جلا بجھا رہا تھا۔ کبھی اپنے ہاتھوں کو اس سے سلگاتا، کبھی بس اس سے نکلتے شعلے کو دیکھتا۔

ایک دم اس کی گود میں پڑا موبائل چمک اٹھا تھا۔ اسے لگا تھا وہ کوئی اشتہار کا میسج ہو گا مگر اسے کیا پتا تھا کہ وہ ایک پیغام اس کے سات ماہ کے انتظار کو اختتام تھا۔

اس نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑے موبائل کو دیکھا اور اس کی سانس جہاں تھی، وہاں ہی لمحے بھر کو ٹھہر گئیں۔ اس نے پیغام واپس سے پڑھا۔ اس بار خود کو یقین دلانے کے لیے۔

----x-----

ایرج نے سامنے کھلے پیغام کو ایک مرتبہ واپس پڑھا۔ پیغام منٹوں میں ہی دیکھا جا چکا تھا مگر جواب نہ آیا۔ کیا وہ کوئی غلطی کر رہی تھی؟ اسے تو خود بھی معلوم نا تھا کہ وہ کیا کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

مگر اتنا بڑا قدم۔۔۔۔۔۔ وہ بھی ایک انجان کے سامنے؟

www.novelsclubb.com

مگر مسئلہ ہی تو یہی تھا۔ وہ شخص انجان نہیں لگتا تھا۔ اس کا چہرہ، اس کے وجود سے شناسائی جھلکتی تھی۔

----x------

"ارمغان۔۔۔۔۔۔مجھے چند سوال ہیں آپ سے۔کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ آپ سے کہیں ملاقات ہوئی ہے میری۔۔۔۔۔میری کزن سارہ۔۔۔۔مجھے لگتا ہے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔کسی جگہ۔۔۔۔وہاں میری کزن بھی تھی۔۔۔۔کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟"

پہلی دفعہ اس پیغام کو پڑھتے اس کے اندر سات ماہ سے جلتی آگ پر پانی پڑا تھا مگر دوسری بار پیغام پڑھتے اسے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ایرج اس کے لیے انجان نہیں تھی۔۔۔مگر وہ تو اس کے لیے تھا۔

کیا اس کے لیے اتنا ہی آسان تھا کہ اس انجان سے گفتگو کرنا؟

اسے لگا تھا وہ زیادہ سوچ رہا ہے۔پر اسے سمجھ نہیں آیا تھا وہ جواب کیا اور کیسے دے؟ بار بار وہ جواب لکھتا اور مٹاتا۔سات ماہ پہلے اور بعد والے ارمغان میں کتنا فرق آگیا تھا، یہ ارمغان خود نہیں جانتا تھا۔

"ایگل میموریل فٹبال کلب، شام چھ بجے۔میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

اس نے اپنی توقع سے زیادہ مختصر جواب دیا تھا۔ گردن گھما کر اس نے پار کھڑی فاطمہ منزل کو دیکھا جو آدھی اندھیرے اور آدھی مدھم روشنی میں نہائی لگتی تھی۔ایک لمحے کو اپنایت اس کے چہرے سے گزری۔اس نے گردن واپس گھما کر فون بند کر دیا۔اب وہ لائٹر کو واپس جلا بجھا رہا تھا۔

-----X-----

اس کا جواب پڑھتے ایرج کو حیرانی سی ہوئی تھی۔اس نے ارمغان سے ملنے کا تو نہیں سوچا تھا،نہ کہا تھا۔وہ اس سے ملنے تو ہرگز نہیں جانے والی تھی۔وہ ایک انجان سے یوں کیسے مل سکتی تھی؟

www.novelsclubb.com

سوچ میں ڈوبے اس کے دماغ پر یادوں کی لہر حاوی ہونے لگی تھی۔اسی مرد کی یاد جو اس کے زندگی میں آیا تھا،اور چلا گیا تھا۔اور نہ اس کے بعد کوئی آیا،نہ اس نے آنے دیا۔اس شخص کی یاد جس کے لیے اس نے اپنی زندگی یک طرفہ طور پر تباہ کر دی تھی۔

(ماضی)

کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔بستر پہ سعد اوندھے منہ لیٹا تھا۔وہ سخت گرمیوں کی ایک خشک رات تھی جس دن سعد کے بورڈ کا آخری پرچہ ہوا تھا اور وہ بھی اتنا برا تھا کہ جب سے آیا تھا کمرے میں لیٹا ہی رہا تھا۔

''چلو آئس کریم کھانے جا رہے ہیں۔اٹھو چلو۔''ایرج اس کے کمرے میں داخل ہوتے، بتیاں جلاتے سعد سے مخاطب تھی۔

''مجھے نہیں جانا کہیں. آپ لوگ چلے جائیں۔''اس نے اسی طرح لیٹے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا ہے سعد؟ پیپر تھا گزر گیا۔اللہ سے دعا کرو۔اتنا بھی برا نہیں کیا ہو گا جتنا تمہیں لگ رہا ہے۔اب اٹھو۔آج تو آزادی کا دن ہے۔لیٹس انجوائے!''۔وہ فکر مندی سے اس کے پاس آئی اور مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسے سمجھانے لگی۔

پندرہ منٹ بعد وہ سب گاڑی میں بیٹھے گپے ہانک رہے تھے۔ارحم ہمیشہ سے ہی اتنا ہینڈسم تھا۔اس کی بڑھتی عمر اسے اور زیادہ ہی خوبصورت بنانے لگی تھی۔نیلی ٹی شرٹ پر سیاہ جینز کی پینٹ پہنے اس وقت گاڑی چلا رہا تھا اور پیچھے بیٹھی ایرج باقیوں کو گفتگو کرتے مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

جب وہ ہوتا تھا تو کوئی اور معنی نہیں رکھتا تھا اور جب وہ نہیں ہوتا تھا تو اس کی یاد کچھ اور ذہن میں آنے نہیں دیتی تھی۔ یہ محبت نہیں تھی۔ بس ایک جان لیوہ کشش تھی جس کا اثر ایرج پر حاوی ہونے لگا تھا۔

''ایرج کا فیورٹ فلیور تو مجھے پتا ہے, تم لوگ اپنے اپنے بتاؤ''.

وہ آئس کریم پارلر کے اندر داخل ہو رہے تھے جب وہ ارحم کی بات پر کچھ حیران ہوئی تھی۔ ایسے ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ کسی کو اس کا پسندیدہ فلیور معلوم ہو۔ کیونکہ وہ فلیور ہی عجیب تھا۔

''اچھا؟ اور کیا ہے میرا پسندیدہ آئس کریم فلیور؟'' اس نے چیلنجنگ انداز میں ارحم سے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

''ببل گم، نہیں؟'' وہ بھی اسی انداز میں مسکرایا اور آگے بڑھ گیا.

اور وہ پیچھے چند لمحے ششدر کھڑی رہی پھر سارہ کے کندھے تھپکنے سے اسے ہوش آیا، خود کو کمپوز کر کے وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

ارحم ہر بار اسے جانے بغیر ایک موقع دے دیتا تھا، اپنی محبت میں گرفتار ہو جانے کے لیے اور وہ ہر بار اس کے جال میں پھنس جاتی تھی۔

(حال)

یخ ہوا سے درخت کے سوکھے پتوں کے لہرانے کی آواز کی بدولت وہ خواب کی سی کیفیت میں سے واپس آئی۔ارحم کی یاد اور اس کی باتیں جیسے اسے حفظ تھیں۔وہ اسے کبھی بھولی ہی کہاں تھی۔ارحم کے لیے اس نے محبت کا ہر زینہ پار کیا تھا مگر یک طرفہ طور پر۔

اس کا سر اب درد سے بے حد پھٹ رہا تھا۔اسے دوا کھانے کی ضرورت پیش آنے لگی تھی۔اسے اب سو جانا چاہیے تھا ورنہ سر کا درد اور بڑھ جانا تھا۔لیٹتے ہوئے وہ اسی کشمکش میں الجھی تھی کہ ارمغان سے ملنے جائے یا نہیں۔اسے لگا تھا کہ اس سے ملنے کے بعد رازوں کا ایک گچھا کھل جانا تھا جن میں وہ کئی سالوں سے الجھی ہوئی تھی۔مگر یوں انجان وہ بھی ایک لڑکے سے ملنا۔۔۔وہ اتنی بہادر بالکل نہیں تھی۔

اس نے طے کیا تھا کہ وہ اس بارے میں صبح اٹھ کے سوچے گی۔لیمپ کی روشنی بجھاتے وہ بستر پہ لیٹ گئی تھی۔

--------x---------

کتنے عرصے بعد اسے اتنی لمبی نیند نصیب ہوئی تھی۔ صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔اس کی نیند حنا کی آواز سے ٹوٹی تھی۔اسے اتنے عرصے بعد کوئی(sleep paralysis) خواب، کوئی نہیں ہوا تھا۔اور ایرج تو ٹھہری توہم پرست ،اسے لگا تھا کہ یہ اس کی زندگی میں کسی خوشی کی نشانی ہے۔

ناشتہ کر کے وہ لیپ ٹاپ لے کے بیٹھ گئی تھی۔آج ہفتہ تھا اور یونیورسٹی بند تھی۔وہ لیپ ٹاپ پر جھکے رینڈم ڈیزائنز بنا رہی تھی تاکہ اپنی اسکلز پالش کر سکے۔حنا کمرے میں داخل ہوتے اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

"کیسی طبیعت لگ رہی ہے اب ایرج؟" ان کے جھری زدہ چہرے پہ سوالیہ مسکراہٹ تھی۔

''ٹھیک امی۔''اس نے بھی اپنی ماں کو مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا تھا مگر درحقیقت اس کے سر میں ابھی بھی تھوڑا بہت درد تھا۔ حنا اس کے لیے ویسے ہی پریشان رہتی تھیں وہ کیا ان کو اور پریشان کرتی۔

مختصر بات کرتے حنا کھانا بنانے کچن میں چلی گئی تھیں۔اور وہ بستر پر بیٹھے کام کرتی رہی۔ وقفے وقفے سے اس کا ذہن اس پیغام پر جاتا جو کل رات ارمغان نے اسے بھیجا تھا۔ وہ اب بھی کسی نقطے پر نہیں پہنچی تھی۔

وہ جانا چاہتی تھی، وہ ملنا چاہتی تھی اس سے کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا۔ شاید اسے سات ماہ پہلے والے واقعات مکمل یاد آجائیں۔ارمغان کی حامی نے اسے اور امید دلائی تھی۔ وہ سارہ کے بارے میں جانتا تھا۔ کیا اور کیسے ؟اس کا جواب اس سے مل کے ہی حاصل ہونا تھا۔

مگر وہ اتنی بہادر نہیں تھی۔

وہ جو بات بات پہ اٹک جاتی تھی، اکثر چیزوں کو بھول جاتی تھی، وہ کیسے اس بارے میں ایک انجان سے بات کرتی جو اسے خود بھی ٹھیک سے یاد نہیں۔ کیا پتا اس شخص کو کچھ

معلوم نہ ہو، کیا پتہ وہ اسے پھسانا۔۔۔ مگر وہ ایسا کیوں کرتا؟ آخر ایرج نے ہی اس سے رابطہ کیا تھا۔ اگر اسے ایرج کو پھسانا ہوتا تو وہ خود کوئی جال بچھاتا۔

اس کے دماغ میں سوال کے بدلے سوال تھے، جواب کوئی نہ تھا۔

-----X------

''وہ نہیں آئے گی.''

جرسی میں بازو گھساتے وہ اپنے دماغ میں بار بار ایک ہی جملہ دہرا رہا تھا۔

''اسے میں یاد بھی نہیں ہوں۔ وہ کیوں آئے گی ایک انجان سے ملنے۔۔۔''اس کے چہرے پہ دکھ کے کوئی آثار نہ تھے، البتہ اس کا چہرہ سپاٹ اور بے تاثر تھا۔

www.novelsclubb.com

''اور اگر وہ آ بھی گئی تو وہ مجھے اس طرح نہیں دیکھے گی جیسے میں نے اسے دیکھا ہے۔ اتنے عرصے کوئی داغ کو سنبھال کے نہیں رکھتا۔ یا تو اسے دھو دیتا ہے، یا اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہر کوئی بے داغ کپڑے پہنتا ہے، داغ کے کسی کو پسند نہیں۔''اس نے جوتے کے تسمے باندھتے ہوئے سرگوشی کی۔

''وہ نہیں آئے گی۔ارمغان۔۔۔تم نے اپنی زندگی کے سات ماہ ایک جھوٹی امید میں گزار دیے،ویل ڈن۔'' وہ خود کو ہی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ طعنے دے رہا تھا۔گبی کو کھانا دے کر وہ میچ کے لیے گھر سے روانہ ہو گیا تھا۔بہت سی امیدیں اور بہت سی خواہشیں دفنا کر وہ بے دل سازینے اتر رہا تھا۔

اس نے چھوٹے سے کلچ میں پاکٹ نائف رکھی تھی۔چہرے پر نہ ہونے کے برابر میک اپ تھا۔بالوں کو اس نے ویسے ہی کھلا چھوڑ دیا تھا۔سرمئی کوٹ پہنے وہ اُبر بلاتی کمرے سے باہر نکلی تھی۔

''بس ایک ملاقات،ایک مختصر ملاقات۔مجھے بس چند سوالات پوچھنے ہیں اور واپس آنا ہے،سات بجے سے پہلے گھر پر ہوں گی۔مجھے کچھ نہیں ہو گا۔'' وہ بار بار خود کو جیسے تسلی کروا رہی تھی۔بظاہر وہ دکھنے میں عام سی لڑکی لگ رہی تھی مگر اس کے اندر ایک زلزلہ تھا۔وہ زندگی میں اتنا کنفیوز کبھی نہیں ہوئی تھی۔مسٹری انسان کو کتا بنا دیتی ہے۔اسے لگا وہ رازوں کے کھلنے کی پیاسی تھی۔کیونکہ جو سوال اس کے پاس تھے وہ گھر میں کسی سے نہیں پوچھ سکتی تھی۔کیونکہ دو قریبی اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے اور ایک۔۔۔۔

اس نے ذہن میں ابھرتی یادوں کو جھٹکا۔اس نے اپنے ساتھ زیادہ قیمتی سامان بھی نہیں رکھا تھا کیونکہ کراچی تو پھر کراچی تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے وہ تمام مناظر سوچ رہی تھی جو چند لمحوں بعد پیش آسکتے تھے۔

جیسے جیسے وہ کلب کے قریب جارہے تھے اس کا دل اتنا ہی تیز دھڑک رہا تھا۔وہ بالکل اکیلی تھی۔اس سے زیادہ پریشان کن بات کیا ہوتی؟۔۔۔۔

مگر دور کہیں دماغ کے کسی کونے میں،اسے احساس ہوا تھا کہ ارمغان سے ملنا اس کی غلطی نہیں ہوگی۔

اسے لگا تھا وہ اسے۔۔۔۔کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔اس کا گندمی چہرہ اور سیاہ چمکتی آنکھیں اس کے ذہن پہ نقش ہونے لگی تھیں۔اس کے بکھرے بال اور مدھم مسکراہٹ۔

ایرج کو اس ملاقات سے پریشانی اور گھبراہٹ ضرور تھی۔مگر ڈر نہ تھا۔

-----X------

ہاف ٹائم کے بریک میں وہ پسینے سے آلود اپنا چہرہ تولیے سے تھپتھپا رہا تھا۔ٹورنامنٹ میں زیادہ دن نہیں تھے اور وہ جتنا چاہے پریکٹس کر لے، خود سے ناخوش ہی رہتا۔

اب بھی وہ دو گولز کی لیڈ پہ تھے۔

ہاف ٹائم ختم ہونے کی سیٹی بجی تو کرسی سے اٹھتے اس نے مخالف ٹیم کے گول کیپر کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں نہیں پتا کیا؟

once I am on the field, It's obvious that I am the winner"

www.novelsclubb.com

وہ مسکراہٹ دبائے کہتا آگے بڑھ گیا. حالانکہ اس نے مخالف کو ایک طرح کی دھمکی دی تھی، جس سے اس کو دشواری پیش آسکتی تھی۔کلب میں کھیل کے دوران مخالف ٹیم کو دھمکی دینے کی اجازت نہ تھی، مگر کیا ارمغان کو کسی کی فکر تھی بھی؟

فٹبال کھلاڑیوں کے پاؤں سے روندتے کبھی ادھر جاتی کبھی ادھر۔ہاف ٹائم کے بعد بھی ارمغان کا تنفس اتنا ہی پختہ تھا۔وہ بس تھکا نہ تھا۔جیت کی امید کسی کو تھکاتی بھی ہے کیا؟

مگر مسئلہ یہی تو تھا۔

ارمغان کو جیت کی امید نہیں تھی،اسے جیت کا یقین تھا۔

وقت ختم ہونے میں چند منٹ ہی رہتے تھے اور فٹبال ارمغان کے پاؤں سے لگتی اس کے ساتھ ساتھ مخالف گول پوسٹ کی طرف بھاگ رہی تھی۔

وہ سامنے دیکھتا سب سے بے نیاز شوٹ کرنے لگا تھا کہ اس کی نظر دور۔۔۔سیڑھیوں کے پاس کھڑے اس وجود پر پڑی۔

www.novelsclubb.com

اور وہ لمحہ تھا جو اس کے ذہن میں جیسے امر ہو گیا۔

اس نے گول پوسٹ کے قریب دیکھے بغیر فٹبال شوٹ کر دی تھی کیونکہ اس کے لیے اس لمحے کوئی اور زیادہ اہم ہو گیا تھا۔

فٹبال گول پوسٹ میں جاتی یا نہ جاتی اسے پرواہ نہ تھی۔بس وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوتی۔

فٹ بال گول کیپر نے روک لی تھی اور ارمغان کو ایک طنزیہ مسکراہٹ سے دیکھا تھا۔ مگر ارمغان نے اسے دیکھنا گوارہ بھی نہ کیا تھا۔ میچ ٹائے ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی ختم ہوا تھا۔

وہ باقیوں کی پرواہ کیے بغیر اسے بنا پلک جھپکے دیکھتے اس کے رخ میں چلتا جا رہا تھا۔

"وہ نہیں آئے گی۔"اس کے ذہن نے اسی کے الفاظ دہرائے تھے۔اس کے چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا جبکہ دل خوشی اور اُلجھن سے لبریز تھا۔وہ زندگی میں کبھی اتنا کنفیوز نہیں ہوا تھا۔ماتھے کا پسینہ بازو کی مدد سے پوچھتے ہوئے،وہ سستی سے اس تک پہنچتے زینے چڑھ رہا تھا۔

اس نے بازو باندھے ہوئے تھے۔سیاہ جوڑے پہ سرمئی کوٹ زیب تن کیے،وہ اس کی نظروں کو پہچان نہیں پایا تھا،وہ کیا محسوس کر رہی تھی؟کیا سوچ رہی تھی؟

اور دو پل کے مسافت نے اسے اس کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ سات ماہ کی یادیں کسی فلم کی طرح ارمغان کے ذہن میں چلنے لگی تھیں۔ انتظار کا اختتام ہو گیا تھا اور ملاقات کی شروعات۔

اس کی سیاہ آنکھیں ایرج کے چہرے کو دیکھتے جھک گئی تھیں۔ وہ سانس نہیں لے پا رہا تھا۔ (یقیناً ہوا میں خنکی بہت تھی تبھی سانس لینا مشکل ہوا ہو گا)

------x-------

وہ بہت ہینڈسم تھا۔

www.novelsclubb.com

صحیح بات ہے، وہ خود کو جھٹلا نہیں سکتی تھی۔ وہ بلاشبہ اچھا دکھنے والا خوشکل مرد تھا۔ ایرج کو چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنا پڑ رہا تھا۔ ایموشنز پر کسی کا بس نہیں چلتا اور سچ بات ہے کہ اسے دیکھتے ہی پہلا خیال اسے یہی آیا تھا۔

''آپ بیٹھیں۔۔۔ پانی؟'' اس کی آواز بہت جانی پہچانی لگتی تھی۔ جیسے کسی بہت قریبی کی آواز ہو، مگر وہ جان نہیں پائی کہ کس کی؟

''نہیں، میں یہاں کچھ پوچھنے آئی ہوں، اور پھر میں چلی جاؤں گی۔'' کہنے سے پہلے اس نے کتنے ہی لمحے لفظوں کو جوڑ توڑ کیا تھا۔

''تو یوں ہی؟ کھڑے کھڑے؟'' اب کی بار اس کی آواز آئی تو ایرج کو لگا کے وہ بھی اتنی ہی کنفیوز ہے جتنا کے وہ۔ بنا کچھ کہے ساتھ ہی لگی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے کن آنکھیوں سے دیکھا کہ وہ چھوٹے سے تولیے سے منہ پوچھ رہا تھا۔ شاید وہ فوراً ہی فٹبال کا میچ کھیل کر آیا ہے کیونکہ وہ سامنے فیلڈ پر دوسرے کھلاڑیوں کو دیکھ سکتی تھی۔

دو کرسیاں چھوڑ کر وہ اس کے برابر بیٹھ گیا۔ دونوں سامنے دیکھ رہے تھے۔ ہری زمین اور جامنی آسمان کے مشترکہ رنگ آنکھوں میں قید کرتے دونوں لمحے بھر خاموش تھے۔

ایرج اس کی تیز تیز چلتی سانسوں کو دو کرسی دور بیٹھے ہوئے بھی سن سکتی تھی۔

وہ لمحے جیسے صدی بن گئے تھے۔ وہ ذہن میں لفظوں کو ترتیب دیتے سوچ رہی تھی کہ وہ کیا بولے۔ اس کے کلچ کی زپ کھلی تھی۔ وہ کسی بھی خطرے کے لیے تیار تھی مگر اسے لگا

تھا کہ کوئی خطرہ اس کے قریب نہیں ہے۔بس وہ ہے اور اس سے دو قدم دور بیٹھا انجان شخص جس کو جاننے کا دعوی وہ بھی اپنے دل و دماغ میں کر چکی تھی۔

''سارہ کو کیسے جانتے ہیں آپ؟'' بالآخر ایک طویل وقفے کے بعد اس نے بغیر کسی تمہید کے سوال کیا۔

''میں نہیں جانتا کسی سارہ کو۔''اس نے اتنے عام انداز میں کہا تھا جیسے اسے کوئی پرواہ ہی نہ ہو۔

ایرچ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ اس سے نظر ملائے بغیر سامنے۔

''تو۔۔وہ۔۔ جھوٹ۔۔۔آر یو کڈنگ می؟'' چھری پر اس کی گرفت بہت مضبوط ہو گئی تھی۔خطرے کی گھنٹی اس کو چاروں اطراف زور سے سنائی دے رہی تھی۔

''میں آپ کو جانتا ہوں ایرج۔''اب کی بار اس نے ایرج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔اس کے تاثرات نرم پڑنے لگے تھے اور وہ اب جیب سے اپنا چشمہ نکال کے پہننے لگا تھا۔

-----X------

ایرج آگے کچھ کہہ ہی نہیں پائی تھی۔وہ کیا کہہ رہا تھا،اس کو اندازہ بھی تھا؟

اس نے اس شخص کو دیکھا بھی نہ تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اسے جانتا ہے؟

''مگر تم نے کہا تھا تم سارہ کو جانتے ہو۔۔۔؟''وہ اسی حیرانی سے اسے دیکھتے بول رہی تھی۔

آپ سے تم تک وہ کب پہنچی وہ خود بھی نہیں جانتی تھی،کیا وہ معنی رکھتا بھی تھا؟

''مجھے یاد نہیں کہ میں نے ایسا کچھ کہا تھا؟''اس کے چہرے پہ نہ مسکراہٹ تھی نہ کوئی تاثر،مگر چہرہ سپاٹ نہ تھا۔خشک تھا مگر نرم بھی۔

ایرج کو لگا تھا اس سے بے وقوف اس دنیا میں کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔اس نے میسج پہ ملنے کا پتہ اور وقت بتایا تھا۔وہ کس کو جانتا ہے کس کو نہیں،یہ کہاں بتایا تھا۔اور عقلمند ایرج نے پوچھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔

''کیسے جانتے ہو۔۔۔۔مجھے''اس کا گلا خشک ہو رہا تھا۔مگر وہ ہمت کر کے وہاں بیٹھی رہی۔

''سات ماہ پہلے۔ ہم ایک کیفے میں ملے تھے۔۔۔''وہ اب ہاتھ باندھے تحمل سے بتا رہا تھا۔ وہ سات ماہ پہلے ہوئی ایک ملاقات۔

''آپ،اور شاید آپ کی دوست ایک کیفے میں بیٹھے تھے، شاید وہی سارہ تھیں؟

''اتفاق سے میں آپ سے ملا تھا۔ ہماری مختصر گفتگو ہوئی تھی۔۔۔''آدھی بات کے درمیان اس نے اپنی زبان کو لگام دے دی. وہ اس کیفے میں کیوں تھا, کس لیے تھا, وہ آدھی سے زیادہ باتوں کو گول کر گیا تھا۔

ایرج کے سامنے منظر سیاہ ہوتے جا رہے تھے۔ جیسے دماغ کچھ یاد کر رہا ہو۔۔۔ کوئی پرانی یاد۔۔۔۔۔

''میں چلتی ہوں۔ شکریہ۔''وہ اسے دیکھے بنا سیٹ سے اٹھ کر قدم بڑھانے لگی۔ اسے آنکھوں میں عجیب سی چبھن ہو رہی تھی۔ سر میں درد کی ٹھیس اٹھ رہی تھیں۔''

"be careful"

''وہ جو اسکے وجود کو پار کرتے گزر رہی تھی، اسکے جملے پہ ٹھہر سی گئی تھی۔ ساتھ اس کی دنیا بھی ٹھہر گئی تھی۔

"be careful"

یہ لفظ اس نے کہیں سن رکھے تھے، وہی لہجہ، وہی آواز، وہی الفاظ۔

"تم۔۔۔ کون ہو تم۔؟" وہ اسے بے یقینی سے دیکھتی قدم قدم دور ہو رہی تھی۔

اذیت دیتی ہیں دھند میں لپٹی یادیں۔ اذیت ملتی ہے جب ذہن زندگی کے واقعات بھولنے لگتا ہے۔ کتنا مشکل ہوتا ہے ایک اصل زندگی میں رہ کر اس زندگی کو نہ جینا۔

"میں آپ کی مدد کروں گا ایرج۔ میں انتظار کروں گا۔ ایک اور ملاقات کے۔ م لیے۔"

وہ سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اب اسے بے جان نظروں سے دیکھتے کہہ رہا تھا۔

وہ اذیت سے مر جائے گی مگر ارمغان مطاہر علی سے ملنے واپس نہیں آئے گی۔ کلب سے نکلتے اس نے عہد کیا تھا۔

------X-------

فلیٹ کا عقبی دروازہ ٹھاہ سے بند ہوا تو وہ تیز قدموں سے چلتا لاؤنج میں آیا تھا۔ مغرب کا وقت گزر چکا تھا اور آسمان اب مکمل سیاہ تھا۔ تاروں کی چمک بھی اس کے دل کے اندر اندھیرے کو روشن نہیں کر سکتی تھی۔

وہ ایک ہاتھ کی دو انگلیوں سے ماتھا مسلتا صوفے پر نیم دراز سا گر گیا۔ آنکھیں قرب سے بند کر لیں اور سر پہ ٹکی سفید پی کیپ کو ٹیبل پر اچھال دیا۔

"تم سے زیادہ بے وقوف کون ہو گا ارمغان۔۔۔" اتنے عرصے بعد اس نے خود کو کوسا تھا اسے اچھا لگا تھا۔

"سرے سے ہی تمہاری تمام حرکتیں غلط تھیں۔ یہ کیا حرکت کی ہے تم نے۔۔"

وہ چابی کا گچھا دوسرے ہاتھ سے گھماتا آج شام کی اس ملاقات کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کے خیال میں کبھی نہیں ہونی چاہیئے تھی۔

"نہ میں اسے کبھی میسج کرتا، نہ وہ کبھی آتی۔۔۔ اور نہ وہ کبھی میرے بارے میں یوں سوچتی۔۔۔" وہ بلند آواز میں کہتا خود کو گالیاں دے رہے تھا۔

اسپورٹس جیکٹ سے اس نے ایک ننھا سا پاکٹ نائف نکالا۔ وہ پیلے رنگ کا پاکٹ نائف اس کا نہیں تھا مگر جس کا تھا اس کے بارے میں سوچ کر اس کا درد کرنے لگا تھا۔

''اتنا معلوم تھا کہ وہ مجھ سے ملنے میں ہچکچائے گی۔۔۔ مگر وہ مجھ سے ڈرتی تھی؟'' وہ چھری کو ہاتھوں میں گھماتا بے یقینی سے سوچ رہا تھا۔

''اسے لگا تھا میں اس پر حملہ کروں گا؟ اسے مجھ سے خوف آیا تھا۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔ مگر''۔ وہ سات ماہ سے جس شدّت سے اس دل کو کسی کی امید پہ واپس مرہم لگائے جوڑے ہوئے تھا۔۔۔۔ آج وہ اسی شدت سے کرچی کرچی ہوا تھا۔

''کاش میں اسے بتا سکتا کہ کیفے کے علاوہ بھی میں نے اسے کہاں کہاں نہیں دیکھا تھا۔ کاش میں اسے بتا سکتا کہ اس کے لیے ہماری ملاقات سات ماہ پہلے والا وہ اتفاق۔۔۔

اس نے آنکھوں کو نرمی سے موندا۔

چھری کا ایک چھوٹا سا بٹن دبایا تو اسکی نوکیلی جگہ باہر کو آگئی۔

وہ اپنی جیکٹ کی آستین اوپر کر رہا تھا۔

"یوڈیز رودس پین"

اتنے عرصے بعد اسے خود سے اسی قسم کی گھن آئی تھی اور آج اتنے عرصے بعد وہ خود کو وہی درد دینے والا تھا جو اسے کھوکھلا کر دیتی تھیں۔ جو اسے صرف ایک غلیظ انسان بنا کر چھوڑ دیتی تھیں۔ بے دل، بے جان۔۔۔ ایک بسمل، ایک جرح زدہ مردہ انسان۔

وہ اب چھری کو اپنے کلائی سے تھوڑا اوپر رکھتے، چھری پر زور دینے لگا تھا۔ اس نے آنکھیں درد کی ایک ٹھیس پر زور سے میچ لیں۔

"کیسا انسان ہوں میں۔" کراہتے ہوئے سرگوشی میں خود کلامی کی۔ خون کے قطرے ایک ایک کرتے زمین پر گر رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

-----X-----

"کیسی انسان ہوں میں؟" کمرے میں داخل ہونے کے بعد اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ مگر اس کے کانوں میں تو کسی کی بھاری اکھڑی اکھڑی آواز پہلے ہی پہرا دیے ہوئی تھی۔

''میں آپ کو جانتا ہوں ایرج۔۔''اس نے دونوں ہاتھوں سے بے ساختہ کانوں پر ہاتھ رکھا، جیسے اس آواز کو دبانا چاہا ہو مگر وہ آواز جیسے دماغ اور دل دونوں سے جا ملی تھی۔

''سرے سے ہی تمہاری غلطی تھی۔۔۔۔۔تم سے زیادہ بے وقوف کون ہو گا ایرج؟'' خود سے کہتے اسے اپنے آپ پہ ہی غصہ آیا تھا۔کلچ کے اندر رکھا فون میسیجز کی آواز سے بار بار بجا جا رہا تھا مگر اس نے کلچ بستر پر اچھالتے اپنی پشت بستر سے ٹکا لی۔

''اتنی بڑی غلطی۔۔۔خود پیر پہ کلہاڑی ماری ہے تم نے۔۔۔''خود کو کوستے اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

وہ ایسی ہی تھی۔پہلے غلطی کرتی تھی اور بعد میں پچھتاتی تھی۔آدھے سے زیادہ کام اور مواقع وہ اسی وجہ سے گنوا دیتی تھی کیونکہ اسے ڈر لگتا تھا کہ کہیں وہ کوئی غلطی نہ کر دے۔ اسے گھر میں کبھی کچھ نہ کہا گیا تھا مگر وہ خود کو بہت کوستی تھی۔خود کو کبھی بد دماغ تو کبھی پاگل کہتی۔اس کے آدھے مسئلے اس کی اپنی وجہ سے ہی تھے اور وہ یہ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر پائی تھی۔کیا اس کی غلطی بھی تھی ان سب میں؟اس کے دماغ میں بس ماضی کی

دنیااس کے حال کی دنیا سے زیادہ بڑی اور زیادہ کٹھن تھی۔وہ کس چیز پہ کس وقت اور کہاں دھیان دیتی؟

"جاہل۔۔۔۔جاہل۔۔۔۔جاہل"اس نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اپنا سر پیٹا تھا۔

"اگر وہ تمہیں مار۔۔۔۔" لمحے بھر کو اس نے سوچا تھا اور دوسرے ہی پل اس کے ذہن کی اچھائی نے اس سوچ کو فنا کر دیا تھا۔

"وہ ایسا نہیں ہے، لگتا تو بالکل بھی نہیں۔"ایرج ایسی ہی تھی۔چیز ہو یا انسان، اچھا ہو یا برا، وہ اس کی اچھائی کو ہی دیکھتی تھی۔وہ سمجھتی تھی کہ ہر شخص زندگی میں اپنے الگ مسئلوں سے ڈیل کرتا ہو گا۔جس کی وجہ سے اس کی منفی خامیاں ہوتی ہیں۔اس کے خیال میں کوئی بھی شخص برا نہیں ہوتا۔۔۔حالات برا بنا دیتے ہیں۔

اسے خود بھی اندازہ نہ ہوا کہ کب اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کے گرا۔فوراً ہی اس نے آنکھوں کو رگڑا تھا۔

"آج ارحم ہوتا تو۔۔"اس کے لب پھڑ پھڑائے اور اسی ایک شخص کا نام لیا جو کبھی اس کے ذہن سے خارج ہی نہیں ہوا تھا۔

(ماضی)

یونیورسٹی کا داخلی امتحان دے کر وہ گھر واپس آرہے تھے۔ گاڑی برق رفتاری سے کراچی کی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔ سامنے ڈرائیور سیٹ پر ایک وجیہہ شخص براجمان تھا جس کے چہرے پر فریم لیس گلاسز تھے۔ بال ماتھے پہ بکھرے تھے اور وہ صبح کی رف سی حالت میں دکھائی دیتا تھا۔ سیاہ ٹی شرٹ اور سیاہ ٹراؤزر۔ گلے سے لپٹا وہی مخصوص سلور لاکٹ جس کے پینڈنٹ پہ وہی عبارت ابھری ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہو جاؤ گی تم پاس اتنی ٹینشن کون لیتا ہے۔" بالآخر پانچ منٹ سے برقرار خاموشی اس نے ایرج کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے توڑی۔

"تم ہنس رہے ہو؟"۔اس نے آنکھیں گھما کر اس کی شکل دیکھی تو وہ اسے مسکراہٹ دبائے دیکھ رہا تھا۔

"میں؟ نہیں تو۔ میں توچپ ہوں۔" پھر اسٹیرنگ ویل سے ایک ہاتھ اٹھا کر اپنے ہونٹوں پہ رکھ لیا۔

"ارحم۔۔۔۔اگر داخلہ نہ ہوا تو میرے پاس اور کوئی چوائس۔۔۔۔"

"ایسی نوبت ہی نہیں آئے گی. تم پاس ہو جاؤ گی، میری بات کا تو یقین ہے نا؟" اس کی پریشانی سے ماتھے پہ ابھری لکیروں کو دیکھے اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم اتنے یقین اور اعتماد سے کیسے کہہ رہے ہو؟" ایرج اور اس کی پریشانی ساتھ کبھی چھوڑنے والی نہ تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیونکہ تم سے زیادہ بھروسہ مجھے ہے تم پر۔۔۔۔" وہ اب ایرج کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ سڑک پہ گاڑی چلاتے فوکسڈ لگتا تھا۔

وہ ایسے ہی عام باتیں کر کے پلٹ جاتا تھا اور لوگ اسے دیکھتے رہ جاتے تھے۔

"کچھ کھایا ہے صبح سے؟" اس کے کچھ نہ بولنے پر اس نے سوال کیا۔

''صبح ڈبل روٹی اور چائے پی لی تھی۔۔۔۔''وہ اس کی پچھلی بات پر اب تک اٹکی ہوئی تھی۔

''یعنی کچھ نہیں کھایا۔۔۔۔۔چلو باہر ناشتہ کرتے ہیں آج۔۔۔۔''اس نے گاڑی کو دوسری جانب موڑ لیا۔

''مگر گھر پر امی نے بنالیا ہو گا۔ہم گھر پر۔۔۔۔۔''ایسا نہیں تھا وہ ارحم کے ساتھ ناشتہ نہیں کرنا چاہتی تھی، مگر اسے گھر بھی جانا تھا۔

''کوئی بات نہیں۔۔ایک دن باہر ناشتہ کرنے سے کچھ نہیں ہو گا"۔

کچھ منٹ بعد ہی وہ میک ڈونلڈ کے ایک آؤٹ لیٹ کے پاس تھے۔ڈرائیو وے بند تھا جس کی وجہ سے ارحم گاڑی سے اترتا اندر آرڈر کرنے جا رہا تھا۔

''یہیں بیٹھو، میں لے کر آتا ہوں، کیا کھاؤ گی تم؟''وہ اس سے پوچھنے کے بعد آؤٹ لیٹ کے اندر چلا گیا۔ایرج گاڑی کا شیشہ نیچے کیے اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

پانچ دس منٹ ہو گئے تھے۔ارحم اب بھی واپس نہیں آیا تھا اور ایرج سیٹ سے اپنا سر ٹکائے بے دھیانی کے عالم میں کسی اور جہاں میں غائب تھی۔

ایک دم وہ اصل دنیا میں واپس آئی تھی جب اسے اپنے ہاتھ پہ کسی کی گرفت محسوس ہوئی۔

''چھوڑو۔۔۔۔ چھوڑو ہاتھ چھوڑو'' وہ بوکھلاتی ہوئی اپنا ہاتھ اس خواجہ سرا سے چھڑوانے کی کوشش میں تھی جو نجانے کب وہاں آگیا تھا اور اب ایرج کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

''باجی سو روپے تو دے دو۔'' وہ وحشی سی مسکراہٹ اپنے لبوں پہ سمائے اسی سے کہہ رہا تھا۔اس کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ ایرج کا ہاتھ سن ہونے لگا تھا۔

''ہاتھ ہٹاؤ''۔وہ نجانے کون سا لمحہ تھا جب وہ اس کے سامنے آیا تھا۔اس کا ہاتھ اب خواجہ سرا کے ہاتھ پہ تھا۔ایرج کو اپنے ہاتھ پہ سے اس کی گرفت ہلکی ہوتی محسوس ہوئی۔

''چھوڑو اس کا ہاتھ!'' ایک جھٹکے سے ارحم نے اس خواجہ سرا کا ہاتھ ایرج کے ہاتھ سے الگ کر دیا تھا۔ایرج نے پہلی بار ارحم کو اس لہجے میں بات کرتے دیکھا تھا۔سخت۔۔۔سرد۔۔۔۔بے تاثر۔

اس کے ہاتھ میں آرڈر کا پیکٹ دکھائی دیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نا؟۔۔۔"اس نے ایرج سے پوچھا تھا۔اس کا سلور لاکٹ سیاہ ٹی شرٹ پر نمایاں دھوپ کی وجہ سے چمک رہا تھا۔اتنی تیز روشنی کے باعث۔۔۔۔۔۔

(حال)

ایرج کی آنکھیں چندھیاں گئی تھیں۔حنا نے اس کے کمرے کی بتیاں جلادی تھیں۔اس نے یک دم آنکھیں کھولیں۔ حقیقت نے ایرج کے ذہن پہ قبضہ کر لیا تھا۔ماضی اور ماضی کی اچھی یادیں ذہن کے کسی کونے میں دب گئی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"کب آئی تم؟"حنا اس سے سوال کر رہی تھیں۔

"بس ابھی ابھی۔"وہ بے دھیانی میں اصل دنیا سے بے نیاز لگ رہی تھی۔چہرے پہ آنسوؤں کے سوکھے نشان واضح تھے۔

''آج ارحم ہوتا تو شاید میرے لیے کوئی تحفظ بھی ہوتا، کوئی حفاظت کرنے والا ہوتا۔۔۔''
اس نے اپنے آپ سے کہا تھا۔آنکھیں پھر بھر آئی تھیں۔

-----X-----

''آج چار دن ہو گئے ہیں۔''سڑک کے کنارے چلتے اس نے اس ایک ملاقات سے بیتے دن گنے تھے۔چار دن چار صدیاں لگ رہی تھیں۔اور شاید اب تو تمام صدیاں ہی ایسے کاٹنی تھیں، بغیر کسی ملاقات کے، بغیر سوالات کے۔

اس ملاقات کے بعد وہ آج پہلی بار واپس اس کے گھر کے پاس جا رہا تھا۔آج دل نہیں تھا۔ ناہمت تھی۔پہلے تو ایک امید تھی جو اسے وہاں کھینچ لاتی تھی۔اب تو کچھ بھی نہ تھا۔

اس نے میرون رنگ کی پوری آستین والی سویٹ شرٹ پہن رکھی تھی۔جس کی لمبی آستین اس کے ہاتھ پہ بندھی سفید پٹی کو چھپانے میں ناکام تھی۔پٹی پر سوکھے خون کے دھبے نمایاں تھے۔چار دن پہلے اس نے خود کو خود ہی کے حملے سے بچایا تھا۔اس کے ہاتھ پہ جہاں ہزاروں ایسے کٹ تھے وہاں ایک اور صحیح۔

self sadisticارمغان

بندہ تھا۔خود کو تکلیف دینے میں اسے لطف آتا تھا۔اس کی زندگی میں جہاں کوئی ایک غم زدہ واقعہ ہوتا،وہ خود کو تکلیف دیتا۔

اس کے خیال میں دنیا میں کوئی اچھا نہیں تھا۔اس کے لیے ہر انسان برا تھا، منفی تھا۔انسان پیدا ہی منفی ہوتا ہے اس کو اچھا اس کے اعمال بناتے ہیں اور اس میں ہر شخص مات کھا جاتا ہے۔۔۔وہ اکثر سوچتا تھا۔

دنیا میں،اور اب تک کی گزاری گئی زندگی میں اسے جو پہلا شخص مثبت ملا ہے وہ ایرج تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کے لیے یہ دنیا ایرج کی تھی۔ایرج اس دنیا میں رہنے اور زندگی کو جینے کی اصل حقدار تھی۔وہ زندہ رہنے کے لیے بنائی گئی تھی۔اسے خوشی پانے اور خوشی بانٹنے کے لیے بنایا گیا تھا۔درد جھیلنے اور غم پانا تو ارمغان کے حصے میں لکھا تھا۔اسے قبول بھی تھا۔

وہ ہاتھ میں دبائے اس پیلے چاقو کو محسوس کرتا پارک کی طرف بڑھ رہا تھا جس کی زرد روشنی آج بھی آدھے پارک کو روشن اور آدھے کو اندھیرے میں چھوڑے چمک رہی تھی۔ وہ داخل ہوا تو چند ایک بچے فٹبال کھیلتے نظر آئے۔

وہ مسکرایا۔

وہ جس دن بھی وہاں آتا، اسے وہ بچے دکھائی دیتے تھے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے وہ انہیں دیکھتا رہا۔ بچپن کے دن کتنے اچھے ہوتے تھے نا، بس ایک اسکول کی فکر تھی, نہ ذمہ داریاں تھیں، نہ گھر داریاں۔

www.novelsclubb.com

وہ وہاں بیٹھے اپنے بچپن کو یاد کرتا اور پھر اپنے ذہن سے یاد ماضی جھٹک نہ پاتا۔ فٹبال کی جگہ اس کے ہاتھ میں دکان صاف کرنے کے لیے کپڑا ہوتا تھا۔ جس عمر میں بچے فٹبال کو لات مارتے, اس عمر میں وہ اپنے باپ کی لات کھاتا تھا۔ جس عمر میں بچے اپنی ماں کے ساتھ لگ کر سوتے، اس عمر میں وہ تنہا ٹھنڈے فرش پر بنا تکیے کے سوتا تھا۔ جس عمر میں بچوں کو ماں باپ لوریاں سنا کر سلاتے، اس عمر میں وہ گالیاں کھا کر سوتا تھا۔

کتنا مختلف ہوتا ہے ہر انسان، اس سے زیادہ مختلف اس کا ماضی۔

وہ گھنی سرسبز گھاس پہ قدم رکھتا اسی مخصوص سیٹ پہ آ بیٹھا تھا جو رات کے اس پہر اندھیرے میں ڈوبی ہوتی۔ وہاں بیٹھے وہ ایک بس ہیولہ سا دکھائی دیتا۔

سیٹ سے پشت ٹکائے اس نے اپنی کلائی میں بندھی اس پیلی چھری کو دیکھا۔ پھر گردن گھما کے پارک سے تھوڑے فاصلے پہ فاطمہ منزل کو، بہت سے خیالات اس کے ذہن میں ابھرے تھے مگر اس نے انہیں جھٹک دیا۔

آج ایک رات پھر، تنہائی کے نام۔

www.novelsclubb.com

-----X------

آج کی رات، یادوں کے نام۔

کھلی فضا میں دو پل سانس لینا بھی انسان کو کتنا پر سکون کر دیتا ہے۔

سڑک کے کنارے چلتے جب ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا اس کے چہرے پہ آ کر لگا تو اس نے سوچا۔ ملاقات کے چار دن بعد آج وہ کہیں باہر نکلی تھی، کتنے عرصے بعد وہ رات کو یوں واک پہ آئی تھی۔ اسے کافی بہتر محسوس ہوا تھا۔ گھر میں اداسی کے سوا کچھ نہ تھا مگر یوں باہر دو قدم چلنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

وہ گھر کے پاس بنے چھوٹے سے پارک کی طرف رخ کیے چل رہی تھی۔ اس کا ذہن اب بھی ماضی کے ارحم اور حال کے ارمغان کے بیچ سفر کر رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں مگر ان چار دنوں میں اس نے ایک انجان شخص کے بارے میں بہت سوچا تھا۔ شاید وہ اسے اتنا انجان لگا ہی نہیں تھا، جتنا سب لگتے تھے۔

www.novelsclubb.com

اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے لگتا تھا وہ جتنا اس سے دور رہے گی، اتنا بہتر۔ یہی سچ تھا۔ مگر کچھ تھا مقناطیسی سا جو ایرج کو اس کے بارے میں سوچنے پر آمادہ کرتا تھا۔ شاید اس کی آواز، شاید اس کا انداز، یا شاید اس کا احساس۔

وہ سر جھٹکتے پارک میں داخل ہوئی اور زرد روشنی میں ڈوبی ایک سیٹ پر جا بیٹھی۔ پارک تقریباً خالی تھا، بس کچھ بچے گھاس پہ ادھر ادھر بھاگتے فٹبال کھیل رہے تھے۔ اسے بے اختیار وہ یاد آیا۔ نیلی جرسی، گول چشمہ اور ہلکی شیو۔

وہ پشت سیٹ سے ٹکائے، آنکھیں موندے اس کا خیال دماغ سے جھٹک رہی تھی۔ شاید دل سے بھی۔ مگر مسئلہ بس یہ تھا کہ جب وہ دماغ سے جاتا تو ماضی کے صفحوں پہ تحریر دھندلی سی یاد ذہن پہ جگہ گھیر لیتی۔ اور ایک اس کی تو یاد تھی جسے وہ کبھی ذہن سے جھٹک نہیں پاتی تھی۔ نہ اس سے جڑی یادوں کو، نہ اسے۔

اس نے آنکھیں کھولیں تو نظر میں تیز زرد روشنی جا ٹکی۔ تیز روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیائی تو اس نے پھر سے آنکھیں موند لیں۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

(ماضی)

اس نے آنکھیں کھولیں تو ارحم اس کے سامنے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔اس کے ہاتھ میں پاپ کارن کے دو چھوٹے چھوٹے پیکٹ تھے۔ایک ایرج کو تھماتے خود اپنے والے پیکٹ سے پاپ کارن کے دانے چن چن کے کھانے لگا۔

''مصالحہ توڑلواتے۔''اس نے پاپ کارن کا ایک دانہ منہ میں رکھا تو لبوں سے گلہ نکلا۔

''پاپ کارن میں مصالحہ کون ڈالتا ہے ؟''وہ جیسے اس کی بات پہ حیران ہوا تھا۔وہ ہر دن کی طرح اس دن بھی اتنا ہی تندرست لگ رہا تھا۔سفید شرٹ پہ نیلی آستین کی چیک شرٹ پہنے البتہ اس وقت اس کا چشمہ غائب تھا۔سفید شرٹ پہ وہی سلور لاکٹ چمک رہا تھا۔

''میں تو کھاتی ہوں،اور مزے کے ہو جاتے ہیں۔''وہ کھاتے ہوئے ساتھ ساتھ کہتی جا رہی تھی۔پارک کے بیچوں بیچ فوارہ پانی کو بارش کی صورت میں برسا رہا تھا مگر کراچی کی گرمی حد سے زیادہ بڑھتی جا رہی تھی۔اس وقت بھی ہوا میں گرمائش تھی۔

''اگر میں نہ ہوتا تو تمہارے موڈ سوئنگز کون سنبھالتا؟''وہ بھنویں اکھٹے کیے سوالیہ نظروں سے ایرج سے پوچھ رہا تھا۔

''اور تم کیوں نہ ہوتے ؟''ایرج نے الٹا سوال کیا تھا۔

''اگر میں کہیں دور چلا جاؤں پھر؟''وہ مسکراہٹ دبائے کہہ رہا تھا۔

''کیا مطلب تم کہیں دور چلے جاؤ؟''۔اس کی بات پر وہ بے اختیار ہنسا تھا۔

''اگر مجھے کہیں ضروری کام سے کافی عرصے کے لیے جانا ہو تو تم میرے ساتھ ساتھ چلو گی؟''۔

وہ اب بھی ہنستے ہنستے سوال کر گیا تھا۔اور اس کے سوال کے جواب تو بے تحاشہ تھے ایرج کے پاس، مگر وہ کبھی بول نہیں پاتی تھی۔

وہ بات، یہاں تک ہی ادھوری رہ جاتی تھی۔

زندگی کا وہ پہلو کبھی مکمل ہی نہیں ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

(حال)

اس کی آنکھ ایک آہٹ سے کھلی تھی، جو ٹھیک اس کے مقابل ہوئی تھی۔

اس کی آنکھ کھلی تو تیز چمکتی زرد روشنی نے سب سفید کر دیا تھا۔دھیرے دھیرے آنکھوں نے اپنا فوکس برقرار کیا تو اسے اپنے سامنے ایک وجود دکھائی دیا۔سب سے پہلی نظر اس

کے ہاتھوں پہ گئی، پھر ہاتھ پہ بندی پٹی پہ، اور پھر۔۔۔اس کے ہاتھ میں موجود پیلے چاکو پہ جو اس کا ہی تھا۔

اور پھر ایرج کی نظر آہستہ آہستہ اٹھتی گئی اور وہ وجود آہستہ آہستہ بیٹھتا گیا۔دونوں کی نظروں کا تبادلہ ہوا۔آنکھوں کے رخ ساتھ ساتھ اوپر سے نیچے سفر کر رہے تھے اور وہ کسی مسافر کی طرح ساتھ ساتھ۔

حتیٰ کہ وہ شخص اب اپنے گھٹنوں پہ گھنی گھاس پر بیٹھ گیا تھا۔نہ اس کی نظر ایرج سے ہٹی، نہ ایرج کی نظر اس سے۔

"یہ آپ کی چھری، آپ اس دن چھوڑ گئی تھیں شاید۔" نظروں کا تبادلہ لمحے میں ٹوٹ گیا تھا۔ایرج نے ایک بار پھر دیکھا۔وہ ارمغان تھا۔وہ ہل نہ پائی۔

"لے لیں، یہ آپ کی ہی ہے۔" وہ اٹھ کے جا بھی نہیں سکتی تھی۔وہ اس کے بالکل مقابل گھاس پہ بیٹھا ہوا تھا اور وہ بینچ پر۔بالآخر اس نے ارمغان کے ہاتھ سے چھری اٹھائی اور ہاتھوں میں سختی سے دبالی۔

''آپ کو لگا تھا کہ میں آپ کو ماروں گا؟''اس کے لہجے میں کوئی دھمکی، کوئی روکھا پن نہیں تھا مگر اس کے لہجے میں مٹھاس بھی نہ تھی۔اس کا لہجہ بھی اسی کی طرح تھا۔انجان۔

اس کے سوال پہ وہ چونکی نہیں تھی، مگر اس کے پاس جواب بھی نہ تھا۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارمغان کو پتا چلے کہ اس ملاقات کے دوران اس کے پاس چھری بھی تھی۔ مگر وہ تو حفاظت کے لیے تھی۔۔۔۔۔۔

''ہاں۔۔۔۔''اس نے بمشکل بولا تو اس کے حلق میں کانٹے پڑتے محسوس ہوئے۔اسے پیاس نہیں لگی تھی۔بس ماحول خشک ہو گیا تھا۔

''میں خودکشی کیوں کروں گا؟''۔

اس کا جواب وہ سمجھ ہی نہیں پائی تھی اور وہ جو گھاس پہ گھٹنے کے بل بیٹھا تھا، اب آلتی پالتی مار کے آرام دہ طریقے سے گھاس پر ہی بیٹھ گیا۔

''تم۔۔۔۔یہاں؟ کیسے؟ تم میرا پیچھا کر رہے ہو؟''ایرج پتا نہیں کیوں جب بھی اس کے بارے میں سوچتی تو منفی ہی کیوں سوچتی۔

اس کے سوال پر ارمغان کے گلے میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔ہاں،وہ اس کا پیچھا کر رہا تھا۔مگر کسی بھی غلط مقصد کے لیے نہیں۔وہ اسے سچ بتانا چاہتا تھا،مگر چار دن میں جو اس کا حال ہوا تھا۔۔۔۔

وہ ایک ملاقات اس کے لیے کافی نہیں تھی.اس کی امید ٹوٹ جانا تو اس کے لیے زندگی کا ختم ہو جانا تھا۔وہ ایرج کو یہ کیسے سمجھاتا؟

''میں تمہارا پیچھا کیوں کروں گا ایرج؟''اس نے سفید جھوٹ بولا تھا،مگر اسے اس وقت وہی بہتر لگا۔یہ سوچ ہی اس کے لیے کافی تھی کہ ایرج کو اس سے کسی ڈر کا احساس ہوا تھا۔ وہ حالات کو اور مشکل نہیں بنانا چاہتا تھا۔

''تو تم یہاں کیسے ہو؟۔۔۔اور تم مجھے تم کیوں بول رہے ہو؟''اس کا سوال وہیں تھا مگر اب کی بار اس کے تم بولنے پہ بھی ایرج کو اعتراض تھا۔

''کیونکہ آپ مجھے آپ نہیں بول رہیں۔''اس کا جواب تو حق تھا۔ایرج آگے سے کچھ نہیں کہہ پائی۔

''تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا ارمغان۔''اس نے پہلی بار براہ راست ارمغان کا نام لیا تھا۔ارمغان کو سانس لینے میں دشواری ہوئی۔(ہوا میں خنکی زیادہ تھی ناں!)

''میں اتفاق بولوں گا تو تم مانو گی نہیں اور اس بات کے علاوہ کوئی سچ نہیں۔''اس کے ذہن میں کوئی بہانہ نہیں آیا تھا،اور اتنی جلدی حقیقت اس کے سامنے رکھنا اسے مناسب نہیں لگا۔

''اوکے،یہ اتفاق یہاں ختم ہوا ہے،اور میں امید کرتی ہوں یہ اتفاق آئندہ کبھی نہیں ہو گا۔''اس کے لہجے میں کچھ نہ تھا۔بس سرد سا لہجہ اور سرد سے الفاظ تھے جنہوں نے سامنے بیٹھے شخص کا دل جکڑ لیا تھا۔مگر وہ کس کو بتاتا؟

www.novelsclubb.com

''ایرج۔۔۔ایک منٹ۔''

وہ اٹھ کر چند قدم ہی دور گئی تھی کہ اس کی آواز پہ قدم زنجیر ہوئے۔وہ اس سے ڈری نہیں تھی۔اسے اس اتفاق میں ہوئی دوسری ملاقات میں پہلی بار اس کی آواز نرم محسوس ہوئی تھی۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔وہ اس کی طرف آ رہا تھا۔

دو قدم کے فاصلے پر وہ رک گیا تھا۔ایرج کو ہی دیکھ رہا تھا۔ مگر اس بار اس کی نظریں بے تاثر نہیں تھیں۔اس بار ان میں کچھ تھا جو ایرج جانچ نہیں پائی تھی، یا شاید وہ جاننا نہیں چاہتی تھی۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، ایرج کی نظر اس کے ہاتھ پہ بندھی پٹی پہ پڑی جس پر جگہ جگہ سرخ دھبے تھے۔

"یہ کیا ہے؟"اس نے انگلی کے اشارے سے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو اس کی نظر بھی اپنے ہاتھ کی طرف گئی۔

"یہ۔۔۔۔کچھ نہیں کٹ لگ گیا تھا۔۔"اس سے زیادہ وہ اسے اور کیا وضاحت دیتا؟

"کٹ لگ گیا تھا یا لگا یا گیا تھا؟"اس کی بات پر وہ حیران ضرور ہوا تھا مگر زیادہ حیرانی تب ہوئی تھی جب اس کے سامنے کھڑی ایرج نے اسے پیلے چاکو کا بلیڈ اس کے سامنے کیا۔ اس پہ خون کے تین ننھے ننھے سوکھے قطرے دکھائی دے رہے تھے۔انہیں بہت غور سے دیکھا جاتا تو وہ واضح ہوتے۔

""تم نے خودکشی کی کوشش کی ہے؟""اس کے لاجواب چہرے کو دیکھتے ایرج نے اسے ایک بار پھر مخاطب کیا۔اب اس کی نظریں چاقو سے ہٹ کر ایرج پہ جا ٹھہری تھیں۔

""محبت کی امید پوری ہونے کے لیے قربانی مانگتی ہے،اور یہ تو بس پہلی سیڑھی ہے۔""

""کونسی مح۔۔۔۔؟""اس کی بات پر وہ اب لاجواب تھی اوراس کی اگلی بات نے تو اس کو شاک میں ڈال دیا تھا۔

""پرسوں شام سات بجے،اگر تم آئی تو مجھے لگے گا کہ قربانی رائیگاں نہیں گئی۔""اور وہ کہہ کر رکا نہیں، تیز قدموں سے پارک سے باہر نکلنے لگا۔

اور وہ جو پیچھے کھڑی تھی اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جاتا دیکھتی رہی۔

""کیا وہ اظہار۔۔۔۔""وہ زیر لب بڑبڑاتی اب بھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے خلاء کو دیکھ رہی تھی۔وہ چلا گیا تھا۔اس کے وجود کی مہک فضا میں اوراس کے الفاظ کا سنگم اس کے دماغ میں رہ گئے تھے۔

وہ آج پارک آئی ہی کیوں تھی؟

------x-------

''وہ آج پارک گیا ہی کیوں تھا؟''

فلیٹ کا دروازہ پٹک کے وہ اپنے کمرے میں گیا تھا۔ گھپ اندھیرے کے باوجود اس نے کمرہ روشن نہیں کیا۔ ویسے ہی جا کر بستر پہ لیٹ گیا۔

انسان کو غلطیوں کے بعد ہی پچھتاوا کیوں ہوتا ہے؟

اسے اس لمحے کے بعد سے ہی پچھتاوا شروع ہو گیا تھا جب اس سے اس نے۔۔۔۔۔

''تم اب تک مر کیوں نہیں گئے ہو ارمغان؟ آج شاید۔۔'' ارمغان کا خود کو کوسنے کا سیشن نمبر پانچ ہزار پانچ سو بیس شروع ہو چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

''ایموشنز کنٹرول نہیں ہوتے تم سے۔ تم کیا ہو۔۔۔'' وہ خود کو ایسے ڈانٹ رہا تھا جیسے کسی اور کو گالیاں دے رہا ہو۔

''جو تم نے آج کیا ہے اس کے بعد سے تو ایرج کیا، دنیا کی ہر لڑکی تم سے سو میل دور رہے گی۔'' وہ آنے والے حالات کا خود سے حساب لگانے لگا تھا۔

''اچھا ہے، تم یہی تو ڈیزرو کرتے ہو بلکہ تم اس سے بھی بدتر ڈیزرو کرتے ہو۔ایرج تم کو ایک تھپڑ بھی رسید کر دیتی تو بھی وہ کافی نہ ہوتا۔'' وہ اب منہ پہ ہاتھ رکھے آدھے گھنٹے پہلے ہوئے مناظر کو یاد کر رہا تھا۔

ارمغان اور اظہارِ محبت؟ یہ کم از کم ارمغان کے تاحیات ہونے تک تو ناممکن لگتا تھا۔۔۔ مگر زندگی بھی تو عجیب اور اجنبی ہوتی ہے آج ارمغان مطاہر علی ہے اپنے جذبات کے سامنے ہار گیا تھا۔

''وہ کبھی نہیں آئے گی۔اب تو وہ کبھی نہیں آئے گی، کیونکہ اگر اب وہ آئی تو میں اس کا سامنا نہیں کر پاؤں گا۔'' وہ خود کو ایک آخری بار کوستا بستر سے اٹھا اور اپنے بلے کو تلاش کرنے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

''ایک تو یہ آوارہ بلا منحوس مارا کہاں رہتا ہے۔'' جب خود کو کوسنا ختم ہو گیا تھا تو ایک بے زبان جانور کی باری آگئی تھی۔

زندگی میں پہلی بار اس نے اتنا کنفیوزڈ محسوس کیا تھا۔اسے محبت تھی، مگر وہ کبھی اسے اون نہیں کر پایا تھا۔وہ کبھی محبت کے اظہار کو اون نہیں کر پایا تھا۔اور آج جو اس نے کہا تھا اس کے بعد تو اسے اپنی زندگی سے اور نفرت محسوس ہو رہی تھی۔

''وہ کبھی نہیں آئے گی۔''اس نے ایک بار پھر بڑبڑایا۔

-----X------

''میں کبھی نہیں جاؤں گی۔''

اس کی باقی باتوں سے جب ذہن ہٹا تو ایک دوسری بات اس کے گلے پڑ گئی۔اس نے ایرج کو دعوت خاص دی تھی۔پرسوں شام سات بجے۔جس میں وہ کبھی نہیں جانے والی تھی۔

www.novelsclubb.com

بہت ہو گیا ملاقاتوں اور سوالات کا یہ سلسلہ،اب اتفاق میں تو کیا، میں خواب میں بھی اس شخص کو دیکھنے نہیں چاہوں گی۔''اس کا دماغ بالکل کام کرنا چھوڑ گیا تھا۔اسے اب نیند کی ضرورت تھی۔

گھر پہنچتے ہی وہ بستر پہ لیٹ گئی تھی۔سوتے ہوئے بھی اس کے ذہن میں وہی شخص دائرہ کاٹ رہا تھا۔گول چشمہ، گندمی رنگت، ہلکی شیو، زخمی ہاتھ۔

وہ فجر کا وقت تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔اس نے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی مگر سر بھاری ہو رہا تھا۔ سر اور جسم میں تھکن اب معمول سا بن گیا تھا۔

اس نے خود پر جان لگاتے واش روم تک کا سفر کیا۔ وہ اب تک اس کو بھول نہیں پائی تھی اور اس خواب کے بعد تو بالکل بھی نہیں جو آج اس نے دیکھا تھا۔

چار رکعت نماز پڑھ کر وہ کچن میں اپنا ناشتہ بنانے چلی گئی تھی۔ آج یونیورسٹی جانا تھا مگر نہ ہمت تھی نہ دل۔ مگر پہلے ہی وہ اتنی کلاسز مس کر چکی تھی کہ اب کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

کمرے میں ناشتہ لائے وہ اس خواب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔اس نے خواب میں ارمغان اور خود کو دیکھا تھا۔

مگر۔۔۔۔

دونوں نے ایک دوسرے پر پستول تانی ہوئی تھی۔ارمغان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ایرج کی آنکھوں میں بے یقینی۔۔ تیز بارش تڑاتڑ برس رہی تھی۔ وقفے وقفے سے سرمئی

بادلوں میں بجلی چمکتی منظر کواور وحشت ناک بنارہی تھی۔وہ کوئی سنسان سڑک تھی۔ بس بجلی کی روشنی تھی جو سڑک کوپل بھر کے لیے روشن کرتی،اور پل بھر بعد اندھیرا۔

''دل ٹوٹ جانا بہت دکھ دیتاہے ایرج۔''اس کے سامنے کھڑے شخص نے اسے اس کے نام سے مخاطب کیا تھا۔پستول ویسے ہی تنی تھی۔

''اور تم جانتی ہو کہ یہ بات میں نے اپنے لیے نہیں کہی''اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا.

''انتظار انسان کو کھوکھلا کر دیتاہے۔'' نظروں کا تبادلہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ٹوٹا تھا۔ جیسے آنکھیں جھپکی ہی نہ ہوں۔

''میری امید ٹوٹتی جارہی ہے،اور تمہاری ٹوٹ گئی ہے۔''

اس کے الفاظ جہاں ختم ہوئے، لمحے بعد بادل اتنی زور سے گرجے کہ اس کا چہرہ روشن ہوا۔اس کے چہرے پہ خون لگاہوا تھا۔کپڑے جگہ جگہ سے پھٹتے ہوئے تھے۔ماتھے پہ سفید پٹی بندھی تھی۔۔۔

ایرج نے سر جھٹکا تو حقیقت کی دنیا نے اس کا استقبال کیا تھا۔

وہ خواب کو جوڑ توڑ کرتی اس کا کوئی مطلب بنا رہی تھی۔

جہاں اس کو خواب کا منظر الجھا رہا تھا وہاں ارمغان کے کہے الفاظ کوئی معنی ہی نہیں بنا رہے تھے۔اس پہ ارمغان نے ایسے پستول کیوں تانی ہوئی تھی؟اس کے چہرے پہ خون کی نشان کیوں تھے؟وہ خون کس کا تھا؟

اور پھر ارمغان کی الفاظ۔۔۔کون سی امید؟کس کا انتظار؟ایرج کی سوچ جہاں جا رہی تھی، وہ قابل یقین تھی نہیں۔

وہ ارحم کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔اور اگر ارحم کو جانتا بھی تھا تو ایرج کے احساسات کو کبھی نہیں جان سکتا تھا۔جو اظہار ایرج ارحم کے سامنے ٹھیک ڈھنگ سے نہیں کر پائی تھی،وہ ایک انجان شخص کیسے جان سکتا تھا؟

اس نے اس کی بات کا کوئی اور مطلب نکالنے کی کوشش کی۔

وہ یہ تو بھول گئی تھی کہ جو اس نے دیکھا تھا وہ خواب تھا۔اور خواب دل و دماغ کی باتوں کو مناظر کی صورت میں دکھاتا ہے۔

------X------

وہ یونیورسٹی سے گھر آئی تو تقریباً مر چکی تھی۔ کھانا کھائے بغیر وہ بستر جا لیٹی تھی۔ پورے دن اس نے خود کو مصروف رکھا تھا تاکہ وہ خواب اس کے ذہن سے نکل جائے۔ وہ ناکام ہوئی تھی۔ وہ ارحم کو نہیں جانتا تھا۔ پھر وہ کیسے دعوے سے کہہ رہا تھا کہ اس کی امید ٹوٹ چکی ہے؟

اسے معلوم تھا کہ اس کی امید ٹوٹ چکی ہے، مگر وہ زندگی میں ارحم کی جگہ کسی کو نہیں دے پائے گی، اسے یہ بھی معلوم تھا۔ اس نے نہ جانے کتنی ہی بار ارمغان کو ارحم کی جگہ رکھ کر سوچا تھا، مگر وہ نہیں کر پاتی۔ جو لمحے اور جو احساس ارحم کے ساتھ محسوس ہوئے تھت۔ وہ کسی اور کے ساتھ کبھی نہیں ہوئے تھے، نہ ہو سکتے تھے۔

آنکھیں بند ہونے تک وہ اپنے ذہن میں خود کو اپنا فیصلہ سنا چکی تھی۔ اسے یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ اس کا فیصلہ ارمغان کی بھی وہی حالت کر سکتا تھا جس میں وہ معلوم نہیں کتنے سالوں سے اٹکی ہوئی ہے۔ مگر وہ فیصلہ اسکے لیے بھی اور ارمغان کے لیے بھی بہتر تھا۔

اسے کیا معلوم تھا اسکا ایک انکار اسکی زندگی کے ساتھ کیا کرنے جا رہا ہے۔

-----X------

دو دن بعد گھر سے باہر نکلنا بھی اس کے اندر کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ لایا تھا۔اس کا دل ایک ماچس کی تیلی کی طرح سلگ رہا تھا۔آہستہ آہستہ درد کی ہر لہر کو محسوس کرواتا۔

آج اس کا آخری پریکٹس میچ تھا اور آج رات ہی اسے لاہور روانہ ہونا تھا۔کل سے ٹورنامنٹ کے میچ شروع ہونے کو تھے اور آج بہت ہلکا پھلکا سا وارم اپ تھا۔

کلب میں داخل ہوتے ہی اس نے پوسٹر بینر پر اپنے کلب کا نیا لوگو دیکھا۔وہ تھوڑا حیران ہوا تھا کیونکہ اسے لگا تھا کہ شاید اس نے وہ لوگو کہیں دیکھ رکھا ہے۔پھر بھی اسے نظر انداز کرتے ہو کلب کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

پورے وارم اپ کے دوران اس نے ایک ہی بات کو سوچا تھا. سات بجنے میں دس منٹ ہی باقی تھے۔اس کے ٹیم میٹس نے پہلی بار ارمغان کو اتنا غیر دماغ پایا تھا،وہ بھی فٹبال کے معاملے میں۔

وقتاً فوقتاً وہ چہرہ اٹھا کے سیڑھیوں کی جانب دیکھتا۔ ہر بار دل کے اندر امید کی ننھی سی کرن جگمگاتی اور پھر لمحے بعد بجھ جاتی۔

"وہ آئے گی" کی آواز "وہ نہیں آئے گی" کے شور میں ڈوب جاتی۔ جیسے کوئی لمحہ بہ لمحہ امید کی ڈور کو چھری سے کاٹ رہا ہو، اور رسی کی ڈور اس کے دل سے جڑی ہو۔ آہستہ آہستہ جیسے اس کے دل سے خون رس رہا ہو۔

سات بیس ہو گئے تھے۔ اچھے خاصے کھلاڑی اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے تھے۔ رات کو انھیں ساتھ لاہور کے لئے نکلنا تھا۔ اسے بھی۔

مغرب کے رنگوں کو جیسے اس نے وہاں سیڑھیوں پہ بیٹھے حفظ کر لیا تھا، وہ اسی جگہ بیٹھا تھا جہاں ان کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ اسے وہ یاد نہیں آئی تھی۔ وہ اس کے ذہن سے نکلی کب تھی جو یاد آتی؟ وہ تو اس کے ساتھ نہ ہو کر بھی ساتھ تھی۔ بس اس کی آواز کو وہ یاد کر رہا تھا۔

اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا دیا۔

دل بھی اتنی سے زور سے ٹوٹتا ہے جتنے شور سے کوئی شیشے کا پیس۔ تم نے دل کو ٹوٹتے سنا ہے؟

اور پھر یک طرفہ محبت مکمل ہوتی ہی کب ہیں۔

"کتنی کوشش کی تھی میں نے۔۔۔۔خود کو کتنا بدلا تھا۔۔۔میں تو بس۔۔۔میں تو بس ہیرو بننا چاہتا تھا۔۔۔میں تو اس کی کہانی کا کردار بننا چاہتا تھا۔"

"سب کو بس پرنس چارمنگ پسند ہوتے ہیں۔۔میں نے خود کو حیوان سے پرنس چارمنگ میں بدل لیا تھا، یا شاید یہ صرف میرا وہم تھا؟ شاید میں اب بھی اتنا ہی گھٹیا غلیظ اور بے دل حیوان تھا جس پر کوئی تھوکنا بھی گوارہ نہیں کرتا۔"

"اور میں کتنا بے وقوف ہوں۔۔۔۔۔مجھے لگا تھا میری زندگی جینے کے قابل بنتی جا رہی ہے، مجھے لگا تھا میری زندگی میں رنگ واپس آنے لگے ہیں۔مجھے لگا تھا کہ میری ہیملٹ والی داستان ایک فیری ٹیل کی طرح اختتام پذیر ہو جائے گی، مگر نہیں۔۔۔میں اسی زندگی کو جیتا رہا، اسی زندگی کو جیتا رہوں گا اور میری زندگی کا اختتام بھی ہیملٹ کی کہانی کی طرح ہی ہو گا۔"

"سات ماہ۔۔۔۔ سات ماہ دل، دماغ، کردار، احساس اور خواہشات بدلنے کے بعد بھی۔۔۔۔۔۔ وہ میری کہانی کی ہیروئن رہی، اور میں اس کی کہانی کا ولن۔"

ایک داستان آج ختم ہو گئی تھی۔ وہ داستان جو ہمیشہ، ہر جہاں میں ہی ادھوری رہ جانے کے لیے لکھی گئی تھی۔

اس نے اپنے چہرے کو کسی دعا کی طرح پوچھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اسے بہت سے کام کرنے باقی تھے۔

----x------

وہ نہیں گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

پہلی بار اس نے خود سے کیا وعدہ نبھایا تھا۔ وہ ارمغان سے ملنے نہیں گئی اور وہ پچھتا بھی نہیں رہی تھی۔ اس نے جو کیا تھا اپنی حفاظت اور بھلائی کے لیے کیا تھا۔ مگر دل کے کسی کونے میں سے ایک آواز بار بار اس کا دل بھاری کر رہی تھی۔

کیا پتا اس نے کسی دوسرے مقصد کے لیے بلایا ہو؟ کیا پتا اس کی بات کا مطلب وہ نہ ہو جو وہ سمجھی تھی؟ کیا پتا اس نے ایرج کا انتظار کیا ہو۔۔۔۔ مگر وہ خواب۔۔۔۔اس کی باتیں کسی بھی دوسرے رخ نہیں جا رہی تھیں۔۔

کیا اس نے واقعی غلط کیا تھا؟

"نہیں۔"اس نے دل سے آتی آواز کو دبا دیا تھا۔اسے ارمغان والا باب اپنی زندگی سے نکال باہر کرنا تھا۔اس کی زندگی میں کسی اور کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔وہ ارمغان سے انکمفرٹیبل نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہ تھا کہ وہ اس پہ بھروسہ کرتی تھی۔ وہ انجان تھا،اور انجان اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔

افسوس اس بات کا تھا کہ جب ہر بار ایرج کسی کے بارے میں سوچتی تو اچھا سوچتی۔۔۔۔ مگر ارمغان کے بارے میں وہ کبھی اچھا سوچ نہیں پائی تھی۔

وہ ہوتی ہے نا ایک گٹ فیلنگ جو پہلے سے ہی دماغ میں ایک انتباہ بھیج دیتی ہے۔اب انسان اسے اگنور کرے یا اس پہ غور کرے۔

ساڑھے آٹھ بج چکے تھے اور وہ کھانا کھانے کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔

اسے کیا معلوم تھا کہ جس انسان کو وہ اپنے دماغ سے نکالنے کی کوشش کر رہی ہے وہ بس کچھ دنوں میں۔۔۔۔بس کچھ دنوں میں اس کی سوچ ہی پلٹ کر رکھ دے گا۔

(کیونکہ ہماری چالاک ایرج کو باتیں ہی اتنی جلدی سمجھ آتی ہیں۔)

-----X------

وہ گھر آیا تو پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔اس نے سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مار کر لاؤنج روشن کیا۔اس وقت بگی اس کے پاؤں میں آ کر لپٹا تھا۔

ارمغان نے پاؤں جھلایا تو وہ فاصلے پہ جا گرا۔پھر واپس قریب نہ آیا بلکہ دوسری طرف بھاگ گیا۔

وہ جوتوں کو اچھالتے کمرے کی طرف آیا تھا۔دراز سے دوائیوں کا ڈبہ کپکپاتے ہاتھوں سے نکالا اور دو امنہ میں رکھی۔پھر وہ کمرے میں رکا نہیں بلکہ فریج سے پانی نکال کر غٹا غٹ پی گیا۔

اسے گیارہ بجے تمام کھلاڑیوں کے ساتھ لاہور کے لیے نکلنا تھا۔ کمرے میں واپس آیا تو اس نے بلب کو بند کیا اور بستر پہ لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں نیند اور آنسوؤں کی وجہ سے سرخ ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ وہ میچ سے پہلے خود کو کمپوز کرنا چاہتا تھا۔

ایرج کا باب اس کی زندگی میں بند ہو گیا تھا اور اب اسے وہ واپس نہ کھولنے کی کوشش کرنی تھی۔

کتنے عرصے بعد اس کا دل پھر ٹوٹا تھا۔۔۔ مگر آج تکلیف بہت زیادہ ہوئی تھی۔ اس دن سے بھی زیادہ جس دن اس کو ایک الزام کے تحت گھر سے بے دخل کر دیا گیا تھا۔ اس دن سے بھی زیادہ جس دن اسے اس کی ماں کی آخری بار شکل بھی نہیں دکھائی گئی تھی۔ اس دن سے بھی زیادہ جب اس کے جسم کے ساتھ غلاظت کے سوا کچھ نہ بچا تھا۔

دل پہلے بھی ٹوٹا تھا آج بھی ٹوٹا تھا، مگر آج تکلیف زیادہ ہوئی تھی۔ شاید کیونکہ امید بھی ساتھ ٹوٹی تھی۔ وہ اب کسی سے دل نہیں لگا پائے گا، نہ امید۔

اس نے آنکھیں موند لیں۔ اسے چند گھنٹے آرام کرنا تھا۔

------X------

اس کی آنکھ بگی کی آواز سے ٹوٹی تھی۔وہ اس کے اوپر لیٹا میاؤں میاؤں کرتا کھانا مانگ رہا تھا۔اس نے آنکھیں کھولنی چاہیں مگر پتلیوں میں بے حد درد تھا۔دماغ اتنا دکھ رہا تھا کہ جیسے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی۔

اس نے دقت سے موبائل اٹھاتے وقت دیکھا،اس کے پاس ڈیڑھ گھنٹہ تھا اور اس کے بعد وہ دس دن کے لیے لاہور جا رہا تھا۔سب کچھ کراچی چھوڑ کے۔

اس نے بے اختیار آنکھیں ملیں اور واش روم میں داخل ہوا۔شیشے میں اپنا عکس دیکھتے جیسے وہ کچھ یاد کرنا چاہ رہا تھا۔

اور پھر۔۔۔

www.novelsclubb.com

''شام کیا ہوا تھا؟''۔

اس کی یاد کسی ریت کی طرح ذہن سے پھسل رہی تھی۔اس کے سر میں درد کیوں تھا؟

واش روم سے باہر آ کر اس نے دراز کھول کر دواؤں کا ڈبہ کھولا۔وہ چونکا۔

اس نے دوا کب کھائی تھی؟

جیب پر ہاتھ مارتے اسے اندر کچھ محسوس ہوا۔

اسے کام کرنا تھا۔۔۔۔

اسے بس اتنا یاد آیا تھا کہ اسے لاہور جانے سے پہلے ایک کام کرنا تھا۔

اسکے ذہن کو کیا ہوا تھا؟ وہ سب بھولتا کیوں جا رہا تھا؟

جیب سے پاکٹ واچ نکالتے اس نے بغور اسے دیکھا۔

دوروس کو ایک ضروری کام کرنا تھا۔

گھڑی کو واپس جیب میں ڈالتے اس نے اپنے گھر کی چابیاں اٹھائیں اور فون پہ ایک کوڈ ملاتے کسی کو کال کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

کال پہلی رنگ پہ اٹھالی گئی۔

"جی باس؟" دوسری طرف سے بھاری آواز سنائی دی۔

"مارک 39 کے باڈی دو دن میں آجانی چاہیے۔مارک 40 کی تیاری کرو۔ تمہیں لوکیشن مل جائے گی۔ مگر۔۔۔۔جب میں کہوں گا تب،اس سے پہلے قدم نہ اٹھانا،بس مارک 40 پہ نظر رکھنا."

اس کی آواز بدل گئی تھی۔اس آواز کا لہجہ بھی بدل گیا تھا۔اس نے اپنی بات کہہ کر کال کاٹ دی۔

آنکھوں میں درد کی ایک اور ٹھیس اٹھی تو اس نے بے اختیار آنکھیں کو مسلا۔

دوروس کو لاہور جانے سے پہلے ایک کام کرنا تھا۔۔۔۔۔

بہت ضروری کام۔۔

www.novelsclubb.com

-----X-----

وہ صحن میں بیٹھی، پاؤں جھلاتے فون پہ کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ بال کھلے گردن سے تھوڑے نیچے ولف کٹ میں کٹے تھے۔اور ٹراؤزر پہ کریم کلر کی کرتی,دوپٹہ گردن میں رسی کی مانند۔وہ کافی معمولی حلیے میں تھی۔

چہرے پہ ٹکے چشمے کو ٹھیک کرتے اس نے پیغام ایک بار پھر مٹا دیا۔ لفظوں کو جوڑ توڑ کرتے اسے سمجھ نہیں آیا وہ کہاں سے بات شروع کرے، کیا لکھے؟

کیا کہے؟

اس نے سر گھما کے آسمان دیکھا۔ سیاہ آسمان پہ واحد چاند چمک رہا تھا۔ تارے جیسے گم تھے۔

ارحم کے تارے۔۔۔۔۔

آج اتنے عرصے بعد اس نے آسمان کو تاروں کے بغیر دیکھا تھا۔ ذہن صاف ہو گیا تھا۔

آسمان تاروں سے خالی تھا۔

ایرج کا دل بھی ارحم سے خالی تھا۔

www.novelsclubb.com

اس نے آنکھیں واپس فون کی طرف متوجہ کر لی۔

وہ بات کہاں سے شروع کرے؟

(دس دن پہلے)

ارمغان سے نا ملے ایک دن ہونے والا تھا۔وہ رات سوئی نہیں تھی۔وہ بس یہی سوچ رہی تھی کہ کیا بات کرنی تھی اسے ؟اور وہ پارک والی بات۔۔۔۔۔

اس کی موجودگی نے بھی اسے ڈسٹرب کیا تھا،اور اس کی غیر موجودگی نے بھی۔

فجر تک اس کی آنکھیں یوں ہی لیٹے لیٹے چھت گھومتے پنکھے کو تکتی رہی تھیں۔جہاں اس کے ذہن سے ارمغان نہیں نکلا تھا۔وہاں اس کے ذہن میں پہلے ہی ارحم کا بسیرا تھا۔اس کے ساتھ گزرے لمحات وقفے وقفے سے ذہن میں یاد آرہے تھے۔اس کی یاد افسردہ کر دیتی تھی اسے۔جیسے پھول دکھا کے اس کو کانٹے پکڑا دیے ہوں کسی نے۔

(ماضی)

ماضی کے رنگوں کو جدا کریں تو سرمئی رنگ کی سوکھی سوکھی سی داستان میں سے ایک دن وہ جمعے کا تھا جب ارحم کی جرمنی میں جاب لگ گئی تھی۔اور جتنی بری طرح ایرج کا دل کسی نے مٹھی میں بند کیا تھا،وہ صرف ایرج ہی جانتی تھی۔

فاطمہ منزل کے صحن میں سب جمع ارحم کے ہاتھ سے مٹھائی کا لطف اٹھا رہے تھے۔سب خوشی خوشی ارحم سے باتیں کر رہے تھے۔مریم تو ابھی سے ہی اسے ہدایت دینا شروع

ہو گئی تھیں اور وہ مسکرا مسکرا کر ان کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔ گھر کا ہر فرد اس سرمئی آسمان تلے صحن میں جمع تھا۔ سوائے ایرج کے۔

وہ کمرے میں سب سے الگ تھلگ بستر پر بیٹھی تھی۔ جیسے خود کے ہی دل پہ مرہم لگا رہی ہو۔ وہ کسی کے لیے کیوں رو رہی تھی؟ اس کے لیے جس کو کبھی اس کا ہونا ہی نہ تھا؟ اگر وہ اس کی قسمت کی سنہری لکیر نہ تھا تو اسے کس چیز کا غم تھا؟ وہ کیوں رو رہی تھی؟ ایک دن اسے ایسے ہی جانا تھا۔ ملک سے بھی اور دل سے بھی۔

مگر وہ اسے دل سے نکال نہیں پائی تھی۔ اس نے کبھی نہ سوچا تھا کہ زندگی کا یہ مرحلہ اتنا مشکل ہو گا۔

وہ ہر لمحے اس وقت کے لیے تیار تھی مگر اب کہ جب وہ وقت آیا تھا تو پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ اس کے آواز نہیں نکلی تھی۔ مگر آنسو گواہ تھے، اس کے دل میں ایک امید سی جاگی تھی۔

"کیا پتا وہ میرے کہنے پہ جرمنی نہ جائے یا پھر مجھ سے۔۔۔۔" یہ امید بہت نازک تھی۔ جیسے اسے امید سے ہی امید نہ ہو۔ مگر دل تو دل تھا۔ ہر مرحلہ، ہر مشکل پار کرنے کے لیے تیار تھا۔

رات گیارہ بجے وہ اپنی کچی نیند سے جاگی تھی۔ کمرہ روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی آنکھ لگ گئی تھی اور دروازے پر ایک آہٹ نے اسے جگا دیا تھا۔ اس نے چشمہ چہرے پر ٹکائے۔ دروازے کے پاس دیکھا۔ وہی سلور لاکٹ، ایرج جانتی تھی کہ وہ کس کا لاکٹ ہے، وہی تو جانتی تھی۔ چپل پیروں میں پھسائے اس نے لاکٹ اٹھایا۔

وہی ابھری ہوئی عبارت۔ وہ مسکرائی تھی، مگر اس مسکراہٹ میں کوئی خوشی ہی نہیں تھی۔ اسے آج ہمت کرنی تھی۔ اپنی محبت کے لیے ایک قدم اٹھانا تھا۔

"وہ مجھے کبھی انکار نہیں کرے گا"۔ اسے امید سے زیادہ اعتماد تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے گیلری تک پہنچ گئی تھی۔

بالکنی پہ پہنچتے ہی اس کے قدم رک گئے تھے۔ سرمئی ڈھیلی ڈھالی شرٹ پہنے، چشمہ سامنے ٹیبل پر رکھا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔ ہر بار کی طرح اس کی مسکراہٹ میں وہی کشش تھی جو اس کی شخصیت میں تھی۔

وہ ٹیبل قریب آنے لگی۔۔۔۔

(حال)

اس نے یادوں کا سلسلہ وہیں توڑ دیا۔

وہ پھر سے اپنا دل کیسے دکھاتی؟ وہ اس رات کو پھر سے کبھی دہرا نہیں پائے گی۔اس کا دل رک جاتا تھا۔وہ جمعے کی رات اس کی زندگی کے خوبصورت آئینے کو چکنا چور کر کے ایک حقیقت کا آئینہ اس کے سامنے لاتی تھی۔ جس میں وہ اپنا ٹوٹا عکس خود بھی کبھی دیکھ نہ پائی تھی۔نہ دیکھ پائے گی۔

فجر تک وہ یوں ہی جاگی رہی تھی۔ فجر کی آذان پہ بھی وہ اٹھی نہیں۔ یہاں تک کہ فجر قضاء ہو گئی۔

دروازے پہ آہٹ ہوئی۔یقیناً حنا ہوں گیں، وہ صبح اٹھ کے سب کے لیے ناشتہ بناتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

مگر ایرج کے کمرے کا دروازہ نہیں کھلا۔اس نے اٹھ کے دیکھا بھی نہیں۔اس کے اندر ہمت ہی نہیں بچی تھی کوئی کام کرنے کی۔ تکان اور درد کا ایسا امتزاج تھا۔ایرج کی آنکھیں بند دروازے تک جا ٹھہریں تھیں۔

وہ نہیں دیکھ سکتی تھی کہ اس کے کمرے کے باہر کون کھڑا تھا۔

-----x------

ارادے کے خلاف وہ اسے بھول نہیں سکا تھا۔

اسے لاہور آئے آج دو دن ہو گئے تھے۔اور وہ ایرج نامی باب اپنی زندگی سے بند نہیں کر پایا تھا۔ وہ اسکو سچ بتانا چاہتا تھا۔ وہ اسے سب بتانا چاہتا تھا۔ مگر پتا نہیں لاہور آ کے ہر یاد میں دھندلا پانی سا پڑ گیا تھا۔

وہ ٹورنامنٹ جس کا اس کو اتنی شدت سے انتظار تھا،اب جب وہ دن آیا تھا تو تمام جذبے جیسے راکھ ہو گئے تھے۔

پہلا میچ ہو چکا تھا جس کو وہ بآسانی جیت گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

وہ اس وقت گلبرگ کے ایک ہوٹل میں جوتے اتار رہا تھا۔اس نے ایرج کا انسٹا گرام کھولا۔وہاں

"instagram user" لکھا آرہا تھا۔ تمام پوسٹ غائب ہو گئی تھیں۔

اس نے ارمغان کو بلاک کر دیا تھا۔

اس نے گہری سانس بھری۔ وہ اب کوئی قدم نہیں اٹھا پائے گی۔ اپنا دل کوئی ایک جگہ سے دو بار کیسے تڑوا سکتا تھا؟

"کاش میں شیطان ہوتا، غلط کام کرتا مگر لوگوں کو تو نہ دکھتا۔ نہ ان کو دکھتا، نہ ان سے دل لگاتا۔ نہ لوگوں کو پتہ لگتا، نہ میں نظروں میں آتا۔"

اس نے بے آواز کہا تھا۔ جیسے خود پر بھی اب ترس آنے لگا تھا۔

---x------

وہ یونیورسٹی کے آئینے کے سامنے کھڑے اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ گہرا سانولا چہرہ، آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے جو concealer سے چھپانے کے باوجود بھی چھپ نہ پائے تھے۔ یہ اسی ایرج کا عکس تھا جو خود سے ڈرتی تھی۔ جو کچھ کہتی نہ تھی کیونکہ اسے لگتا تھا اس کی ہر بات غلط اور فضول ہے۔ یہ وہی ایرج تھی جو کہنے سے پہلے اپنی ہر بات کو ہزار بار سوچتی اور پھر بھی کہہ نہ پاتی تھی۔

"ایرج تمہارا اتنا لو کانفیڈنس ہے۔" آج صبح ہی اس کی دوست نے کسی بات پر اسے کہا تھا۔

یہ وہی ایرج تھی جو اداس ہوتی تو خود کو خود مناتی تھی۔ایرج خود کی نظروں میں ہی فضول تھی تو کسی اور کی نظروں کو کیا بھاتی۔

اس میں کیا تھا پسند کرنے والا؟

وہ ہار مان جاتی تھی، کیونکہ وہ کبھی جیت کے قریب بھی پہنچ نہیں پائی تھی۔اسے شرمندگی ہوتی تھی خود سے۔وہ اپنی باتوں میں ہی کھو جاتی تھی۔دوسرے لوگوں کی باتوں کو ذہن میں سوار کر لیتی۔اسکا اصل چہرہ کیا تھا؟اس کی خواہشات کیا تھیں؟

اس کی خواہشات وہ تھیں جو لوگ اسے بتاتے تھے۔

اس کا اصل وہ تھا جو لوگ اسے دکھاتے تھے۔

www.novelsclubb.com

ایرج خود میں تو کچھ نہ تھی۔لوگ صحیح تھے، لوگ اس کو برے مشورے کیوں دیں گے؟ اس نے کبھی احتجاج ہی نہیں کیا تھا۔۔۔کیونکہ اس کی نظروں میں تو اس کی باتیں بھی بے معنی تھیں۔

وہ خود کے لیے کیا قدم اٹھاتی جب وہ اپنی زندگی میں خود ہی ایک سائڈ کریکٹر تھی۔

اس کو غائب دماغی سے نکالنے والی آواز بیگ میں بجتے رنگ ٹون کی آواز تھی۔اس نے ایک ہاتھ سے آنکھوں سے ٹپکتے آنسو پوچھے جو نجانے کب آئے تھے۔

فون نکال کر اس نے نمبر دیکھا۔

آج پہلی بار اس نمبر کو دیکھ کر اسے خوشی نہیں ہوئی تھی۔

وہ ارحم کی کال تھی۔ نجانے کتنے دنوں بعد اس نے کال کی تھی۔

ایرج نے سرخ بٹن دبا دیا۔

فون واپس سے بیگ میں ڈالا اور نل کھول کر پانی کی چھینٹیں منہ پر مارنے لگی۔

کیا فائدہ تھا اس ریل گاڑی کے پیچھے بھاگنے کا جو اس کی منزل کی طرف ہی نہ جاتی ہو؟

لوگ کہتے ہیں کہ انسان کو بدلنے میں سال لگ جاتے ہیں۔

مگر نہیں!

انسان تو لمحوں میں بدلتا ہے۔اس کا دل لمحوں میں پلٹ جاتا ہے۔ برائی سے اچھائی کی طرف۔۔۔یا۔۔۔اچھائی سے برائی کی طرف۔

ایرج واش روم سے باہر آئی تو اس کا منہ صاف ہو چکا تھا۔

دل و دماغ لمحہ بہ لمحہ داغ چھٹا رہا تھا۔ فیصلہ سامنے تھا، زندگی آنکھوں کے سامنے گردش کر رہی تھی۔

وہ اب اندھی نہیں بنے گی، اس نے یہ وعدہ خود سے کیا تھا۔

اور ہر بار کے بر خلاف، یہ وعدہ جھوٹا نہ تھا۔

-----x------

آج آٹھ دن گزر گئے تھے۔ ارمغان سے ملنے نہ جانے کے اور دس دن ہو گئے تھے اس سے ملے ہوئے۔ اس نے ہر دن کا حساب کر رکھا تھا۔ ہر ایک دن کا۔

وہ بہت دن بعد ہی سہی، مگر ارمغان کی باتوں کو سمجھ رہی تھی۔ وہ ارمغان کو ارحم کی جگہ پر رکھ رہی تھی جبکہ ارمغان کو تو اسے اپنی جگہ رکھ کر جانچنا تھا۔

کیا مختلف تھا ان میں؟ کچھ نہیں۔

اس کے ساتھ بھی وہی ہو رہا تھا جو ایرج کے ساتھ ہوا تھا۔ایرج بھی وہی کر رہی تھی جو ارحم نے کیا تھا۔وہ محبت نا کرتی۔وہ بات تو سن سکتی تھی۔کم از کم وہ کسی کی پکار تو سن سکتی تھی۔۔

وہ بالائی منزل تک جاتی سیڑھیوں کے دہانے بیٹھی تھی اور اب اٹھ کر گیلری کی طرف آگئی تھی۔ہر چیز ویسی ہی تھی۔ٹیبل،کرسیاں،پودے۔

بس آج وہ نہیں تھا۔

کمرے میں سب سونے جا چکے تھے۔اوپری منزل اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

وہ ٹیبل تک آئی،پھر کرسی کھینچ کہ بیٹھی۔

www.novelsclubb.com

فیصلے کی گھڑی آ پہنچی تھی۔

آج وہ رات آگئی تھی جس رات اسے سب قبول کرنا تھا۔اسے آج آگے بڑھنا تھا۔

آج ہفتے کی رات تھی۔وہ مسکرائی۔

وہ یک طرفہ سب کچھ جھیل کر تھک چکی تھی۔آج وہ آخری بار خود کو بکھرتا دیکھنے والی تھی۔اس کے بعد دکھ بچے گا یا نہیں؟اس نے سوچا نہیں تھا۔

گردن اٹھا کر آسمان کو دیکھا تو وہ تاروں سے سجا ہوا تھا۔چاند بادلوں کے پیچھا غائب تھا۔ آنکھ سے آیک آنسو ٹوٹ کے نکلا تو اس نے بے اختیار آنکھیں موند لیں۔ذہن کے پردے ماضی کا آخری منظر دکھانے لگے تھے۔جس کو دیکھنے اور جینے والی صرف ایک لڑکی تھی۔

وہ خود۔

(ماضی)

وہ ٹیبل کے قریب آتی گئی۔یہاں تک وہ کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔اس کی نظر ارحم سے ہٹی نہ تھی۔نہ ارحم کی ایرج سے۔

"جا میں رہا ہوں،رو تم کیوں رہی ہو؟"

ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے بغیر کسی مسکراہٹ کے کہا تھا۔حالانکہ لہجا نرم تھا۔

ایرج نے اس کی ہتھیلی پر لاکٹ رکھ دیا۔اس نے مٹھیاں بند کر لیں تھیں۔

''تم۔۔۔جارہے ہو۔۔''وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔جتنی ہمت جمع کر کے وہ یہاں آئی تھی۔وہ ساری ٹوٹنے جارہی تھی۔

''تو یہ خوشی کی بات ہوئی نا؟''وہ جیسے اب تک اس کے رونے کی وجہ نہیں جان پایا تھا۔

''تمہیں کبھی احساس نہیں ہوا ارحم؟ کبھی محسوس نہیں ہوا؟''ایک لمبی تمہید تھی جو اس نے باندھی تھی۔وہ یک دم کچھ بول نہیں پائے گی۔زندگی میں پہلی بار اس نے خود کے لیئے،خود سے یک طرفہ طور پر دوسرے شخص کے سامنے آواز اٹھائی تھی۔

''کیا احساس نہیں ہوا ایرج؟ مجھے بتاؤ؟ کیا پریشانی ہے؟''وہ ہاتھ باہم پھنسائے اس سے کہہ رہا تھا۔آسمان سے ہلکی ہلکی پھوار برسنے لگی۔

www.novelsclubb.com

''I like you Arham''

پھوار جیسے برس رہی تھی۔ویسے ہی برستی رہی۔مگر پتا نہیں شور کیوں بڑھ گیا تھا۔باہر کا شور،اندر کا شور۔وہ دونوں ساکت،ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔لمحہ آتا گیا،گزرتا گیا۔

''واٹ؟''وہ اس کی بات پہ تھوڑا غیر آرام دہ ہوا۔اس کی آواز میں چونک جانے کی جھلک آئی تھی۔

''تمہیں کبھی اندازہ نہیں ہوا ارحم؟''اس کا گلا رندھنے لگا تھا۔اس نے اتنی ہمت تو کر لی تھی،آگے بات کرنے کی ہمت کہاں سے لاتی؟

''مگر میں نے۔۔۔۔۔''ارحم بار بار لب کھولتا،پھر جملہ ادھورا چھوڑ دیتا۔

ایرج کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی۔

(وہ مجھے کبھی انکار نہیں کرے گا۔)

''ایرج میں نے۔۔۔۔۔ایرج میں نے تمہیں کبھی اس طریقے سے نہیں دیکھا۔''وہ جملے ٹوٹے ہوئے تھے مگر لہجہ ویسا ہی مضبوط تھا۔وہ اب ایرج کو نہیں دیکھ رہا تھا۔اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

''نہ کبھی دیکھنا چاہوں گا۔۔تم۔۔۔۔''

''میرے بارے میں اتنا کیوں پتا تھا پھر تم کو؟ میری ہر پسندیدہ چیز، مجھے تم ہی منانے آتے تھے نا۔ جب میں کبھی اداس ہوں، کیوں؟'' وہ اس کی بات کاٹے ایک سانس میں بول رہی تھی۔

''تم نے مجھے نشانیاں دی ارحم۔۔۔۔۔ تم نے۔۔۔'' اس کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹک گیا تھا۔ وہ بہت کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر بول نہیں سکی۔

''میں سب کے ساتھ ایسے ہی ہوں ایرج، تمہارے ساتھ۔۔۔ سعد کے ساتھ، سارہ کے ساتھ، دانیال کے ساتھ۔ مجھے سب کی پسندیدہ چیزیں معلوم ہیں۔ مجھے سب کو منانا آتا ہے، میں نے تمہیں کبھی کوئی سائن نہیں دیا، ورنہ میں خود تم سے بات کرتا۔ خود کنفیس کرتا۔۔۔''

www.novelsclubb.com

وہ اب چونکا چونکا سا لگ رہا تھا۔

''پھر ہر رات پورے گھر کو چھت پر کیوں نہیں بلاتے؟ صرف میں ہی کیوں؟''

وہ اس کی بات پہ ششدر رہ گیا تھا۔

"کیونکہ تم بہت قابل لڑکی ہو ایرج، اور تم بہت روتی ہو، تمہیں اس گھر میں جیسا ٹریٹ کیا جاتا ہے، میں جانتا ہوں۔ میں نے تم سے ہنس کے بات کی۔ تم کو گھمانے لے کر گیا۔ تم کو تحائف دیے۔ مگر یہ کہیں بھی محبت کے دائرے میں نہیں آتا ایرج۔ تم میری کزن ہو۔ تم میرے لیئے سارہ جیسی ہو۔ میں تمہارے بارے میں کبھی ایسے نہیں سوچ سکتا۔۔"

اس کی آنکھوں میں غصہ یا افسوس نہ تھا۔ اس کا لہجہ سمجھانے والا تھا۔ اس کا لہجہ ایرج کے منہ پر ایک تھپڑ کی طرح تھا جس کا نشان اس کے چہرے پر سے کبھی مٹنے والا نہیں تھا۔

(وہ مجھے کبھی انکار نہیں کرے گا۔)

"میں جرمنی جا رہا ہوں، تمہیں بھی کال کروں گا۔ سب کو بھی۔ مجھے معاف کرنا ایرج اگر میں نے کبھی کوئی غلط بات تم سے کہی ہو یا تمہیں سائن دیا ہو مگر مجھے لگتا ہے میں نے ایسا بالکل نہیں کیا۔"

(وہ مجھے کبھی انکار نہیں کرے گا۔)

"بارش تیز ہو جائے گی۔ بادل آ رہے ہیں۔ تم بھی جاؤ اب کمرے میں۔ طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔۔"

وہ کہہ کر اٹھا نہیں، بیٹھا رہا، جیسے ایرج کے اٹھنے کا انتظار کر رہا ہو۔

(وہ مجھے کبھی انکار نہیں کرے گا۔)

اسے اندازہ نہیں ہوا کہ وہ کب سیڑھیاں اتر کر کمرے تک آئی۔اس نے دروازہ آہستہ سے بند کیا۔اس کے بال بھیگ چکے تھے۔وہ بستر پہ آ کر بیٹھ چکی تھی۔

(وہ مجھے کبھی انکار نہیں کرے گا۔)

یہ وہ رات تھی جب ایرج باہر سے تو ویسی ہی رہی تھی، مگر اندر سے مکمل تبدیل ہو گئی تھی۔

وہ بستر پر بیٹھی تھی۔آنکھوں میں نجانے کتنے آنسو امڈ آئے تھے جنہیں وہ چاہ کر بھی بہا نہیں پائی۔

اس کے ہاتھ بے اختیار بالوں کی جڑوں میں گئے،اس نے اپنے بالوں کو مٹھی میں پھنسایا اور زور سے کھینچ دیا۔

نجانے کتنے بال ٹوٹ کر ہاتھ میں آئے تھے۔ نجانے کتنے آنسو بستر کی چادر میں جذب ہوئے تھے۔

اور یک طرفہ محبت مکمل ہوتی بھی ہے کیا؟

(حال)

اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کا پورا چہرہ نمکین پانیوں سے بھیگا ہوا تھا۔ ہوا خشک تھی اور سانس پتا نہیں کیوں چڑھ رہا تھا۔ اس نے گہرے گہرے سانس لیئے۔

وہ کامیاب ہوئی تھی۔

اس نے ماضی کے اس صفحے کو پڑھ کر جلا ڈالا تھا جس کی وہ کبھی کوشش بھی نا کر پائی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ اسے بھول نہیں پائی گی۔ نہ اس سے جڑی اچھی اور بری یادوں کو، مگر وہ ان یادوں سے اب ڈرتی نہیں تھی۔ اسے اب ڈر نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا دل خالی تھا مگر ہلکا ہو چکا تھا۔ اس کے دل جیسے داغوں سے صاف ہو چکا تھا۔ وہ ارحم کو دل سے نکال نہیں پائی تھی مگر اس نے ارحم کو دل میں ہی کہیں دفن کر دیا تھا۔ جیسے اس ہڈی کو نگل لیا ہو جو عرصے سے نہ اگلی جا رہی تھی نہ نگلی۔

اس نے قبول کر لیا تھا۔

اس نے اپنے آپ کو قبول کر لیا تھا۔

بس چند دن میں بہت کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا تھا، جیسے زندگی میں اب آسانیاں آنے والی ہوں۔

اس نے چہرہ پوچھتے ہوئے قمیص سیدھی کی اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر باہر کا منظر دیکھا۔ وہ پہلے جیسی ایرج نہیں بن پائے گی۔ کیونکہ جو ٹوٹا تھا اس کے حصے جوڑنا ممکن نہ تھا۔ مگر وہ ذہن سے آزاد تھی۔ دل سے آزاد تھی۔ اتنا کافی تھا

اس نے قدم سیڑھیوں کی جانب بڑھا دیے تھے۔ ابھی ایک اور شخص بھی تھا جس کے بارے میں اسے سوچنا تھا۔ مگر اب فیصلے آسان لگ رہے تھے۔ اب اسے سب آسان لگ رہا تھا۔

گیلری ویسے ہی ویران رہ گئی تھی۔ اندھیرے میں ڈوبی وہ گیلری وہ ایرج کو جاتے دیکھتی رہی۔

اور پھر۔۔۔

گیلری میں اوٹ میں سے کوئی باہر آیا۔اس کے ہاتھ میں فون تھا جس پہ وہ مسلسل کچھ لکھ رہا تھا۔

اس نے بھی ایرج کو سیڑھیاں اترتے دیکھا تھا۔

-----X------

"میں نے اس سے معافی بھی نہیں مانگی تھی۔"

وہ بالکنی میں کھڑا، ہاتھ بالوں میں چلاتے کسی سوچ میں گم لگ رہا تھا۔اس نے نیلی شرٹ اور ٹخنوں سے تھوڑی نیچے آتی شارٹس پہن رکھی تھیں۔اسے آج جبی یاد آرہا تھا۔

اس کے باقی دوست بستر پہ سوئے تقریباً مردہ لگ رہے تھے،اور وہ رات کے اس پہر اپنی زندگی کے سب سے حسین باب کے بدترین انجام کو سوچتے پچھتا رہا تھا۔

"کیا اسے میری وہ بات یاد ہو گی؟ مجھے اسے سچ بتانا چاہیے تھا۔۔۔کیا ایک ملاقات نہیں ہو سکتی اب۔۔صرف اظہار سچ کے لیے؟اسکے سوال کے جواب کے لیے؟"۔

وہ دل ہی دل میں سوچتا سوال بنا رہا تھا۔ خود ہی جواب بھی دے رہا تھا۔ اس کا دل بالکل خالی ہو گیا تھا۔ ٹورنامنٹ کا فائنل میچ کل صبح ہونا تھا اور وہ رات گئے اس پہر تک جاگ رہا تھا۔

''میں نے اسے سات ماہ پانے کی جدوجہد کی تھی۔ میں نے اسے سات ماہ پانے کی کوشش کی تھی، اور میں نے اسے دو ملاقاتوں میں کھو دیا۔'' اب کی بار اس نے دل میں نہیں بولا تھا، بلکہ اس کے لب پھڑ پھڑائے تھے۔

اس نے نظر بھر کے لاہور کی کشادہ سڑک کو دیکھا جو رات کے اس پہر بھی کافی روشن تھی۔ لاہور کافی کھلا کھلا تھا۔ وہاں کراچی کے لحاظ سے گھٹن نہیں ہو رہی تھی۔

اس نے گہری سانس لی اور کمرے میں واپس آ گیا۔ اسے ایک رات اور بتانی تھی۔ ایرج کے باب کو بند کرنے کی کوشش میں، جس میں وہ کب سے ہارتا آیا تھا۔

-----X------

(وہ دونوں فیلڈ کی گھاس پہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کچھ وہ اپنی سناتا، کچھ ایرج اپنی۔ آج موسم بہت خوشگوار تھا۔ آسمان الگ الگ رنگوں میں ڈھلتا جا رہا تھا۔

''کیا مطلب تم خواب نہیں دیکھتے؟ ہر انسان کے گولز تو ہوتے ہیں نا۔'' وہ برا سا منہ بنائے اس سے کہہ رہی تھی۔

''خواہوں میں کیا دیکھوں؟ گولز ہیں، مگر کبھی ایسے خواب نہیں دیکھے جو آسمانوں کو چھوتے ہوں۔'' وہ اب اس کی طرف منہ کیے بول رہا تھا۔

''تو اتنے دماغ کا کیا فائدہ جب آپ اپنی زندگی ہی Fantasize نہ کر سکو.'' اسے لگا جیسے وہ کوئی فیکٹ کسی ان پڑھ آدمی کو بتا رہی ہو۔

''اچھا یہ بتاؤ خواب دیکھوں تو ان میں کیا سوچوں؟'' وہ اب سوال کر رہا تھا۔ چہرے پہ مدھم مسکراہٹ تھی۔

www.novelsclubb.com

''لو بھلا خواب سوچ کے دیکھے جاتے ہیں؟ خواب تو ہوتے ہیں سوچ کو آزاد کرنے کے لیے ہیں''

وہ اس کی بات پہ مدھم سا مسکرایا۔

''اگر خواب سوچ کر دیکھے نہ جائیں تو یہ خود کو جھوٹی تسلی دیناہوانا۔'' وہ اس کی بات ہر گز ماننے کو تیار نہ تھا۔

''جھوٹی تسلی ہی صحیح مگر اچھے ہوتے ہیں۔'' اس نے اب چہرہ موڑ لیا۔ وہ اب دور آسمانوں پہ پر پھیلائے پرندوں کو دیکھ رہا تھا۔

''تو اس کا مطلب ہے تمہیں فریب میں آنے کا شوق ہے؟'' اب کی بار اس نے بولا تو مسکراہٹ لبوں تلے دبائی۔

''روز یہاں آتی ہوں، فریب میں۔'' اپنا چہرہ گھمائے اس نے کہا تھا۔ اس کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ تھی۔

''یعنی میں تمہیں فریب لگتا ہوں؟'' وہ ابرو اکھٹے کیے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''کبھی کبھی مجھے لگتا ہے تم اصلی نہیں ہو تم exist نہیں کرتے۔ تم فریب لگتے ہو مجھے۔ تمہاری آنکھیں فریب لگتی ہیں۔'' آخری بات پہ وہ خود ہی ہنس دی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ چند لمحے اسے ایسے ہی دیکھتا رہا۔ایرج کے پیروں کے پاس فٹبال پڑی تھی۔سورج ڈھلتا جا رہا تھا۔چاند بادلوں پہ سجتا جا رہا تھا۔

''اور مجھے تمہاری آنکھیں خوبصورت لگتی ہیں۔''چند لمحوں بعد اس نے خاموشی توڑی تھی۔اس کی بات پر ایرج اور کھلکھلا کے ہنسی۔

''یہ ڈھائی کلو کے چشمے میں ڈھکی میری آنکھیں دکھ بھی جاتی ہیں تمہیں؟''وہ خود کو کنڑول کرتے کہنے لگی۔

''اہم۔۔۔۔۔ایسے نہیں۔۔۔۔''۔ارمغان نے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھایا۔ہاتھ ایرج کے چشمے پہ جا ٹھہرا۔دونوں کی نظریں ملی تو جیسے کسی نہر اور آگ کا سنگم برپا ہوا۔اس نے آرام سے ایرج کے چہرے سے چشمہ ہٹایا۔

''ایسے۔۔۔یہ آنکھیں،مجھے خوبصورت لگتی ہیں۔''وہ اب دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اس کی بات پہ ایرج کچھ بول نہ سکی۔بس حیرانی سے ارمغان کو دیکھے گئی کہ جب ارمغان ایک اور وقفے کے بعد بولا۔

"دنیا میں کتنے ہی سیریل کلرز آئے اور گئے۔ کیا تمہیں پتا ہے ایرج ان کے مرنے کا سبب سب سے زیادہ کیا چیز بنتی تھی؟ اس نے اچانک سوال کیا تھا۔

ایرج اس کے غیر متوقع سوال پہ سوچنے لگی۔ پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں پتا۔ کیا سبب بنتا ہے؟

"ان سب کو محبت ہو جاتی تھی۔"

وہ حیران ہوئی تھی۔ اس کے سوال پہ بھی اور اس سوال کے جواب پہ بھی۔

اسکا چشمہ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ مسکرا رہا تھا۔۔۔)

ایرج نے آنکھیں کھولیں۔ جیسے حقیقت کی دنیا میں واپس آئی ہو۔ کمرہ گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ آج پہلی بار خود اٹھی تھی۔ اسے کسی ڈراؤنے خواب یا کسی کی آواز نے نہیں جگایا تھا۔ آج پہلی بار وہ کسی خواب کو دیکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔

ارحم سے جڑی یادیں چاہے جیسی بھی ہوں، اچھی یا بری۔ان کو یاد کرتے ہوئے وہ ہمیشہ اداس ہو جاتی تھی۔وہ ارحم اور اس کی یادوں پہ کبھی مسکرائی نہ تھی۔

اور جس کے ساتھ اس کی اچھی یادیں نہ تھیں۔وہ اس کو یاد کرتے مسکرائی تھی۔یہ کیسی کشمکش تھی۔

واش روم سے واپس آ کر اس نے جائے نماز بچھائی اور مغرب کی قضاء نماز ادا کی۔ہالا کہ وہ پاوور نیپ سے جلد اٹھ جایا کرتی تھی مگر آج لمبا سو گئی تھی۔

سلام پھیرتے وہ جائے نماز پر پتا نہیں کتنے لمحات بیٹھی رہی۔تاروں سے خالی آسمان کو دیکھتی رہی۔

اس کے ذہن میں وہی خواب منڈلا رہا تھا۔اس خواب میں سب اچھا تھا۔سب خوبصورت، سب حسین تھا۔خواب میں ہی صحیح مگر کسی نے پہلی بار اس کی آنکھوں کی تعریف کی تھی۔

جائے نماز تہہ کر کے وہ چارپائی پہ ہی بیٹھ گئی تھی۔پتا نہیں وہ کون سا لمحہ تھا جب دل نے اسے وہ قدم اٹھانے پہ راضی کر لیا تھا۔جس کے بارے میں وہ نجانے کتنے دنوں سے سوچ رہی تھی۔

ارمغان سے اسے دلی لگاؤ نہیں ہوا تھا، مگر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس کی بات ضرور سنے گی۔ایک آخری بار۔صرف اس خاطر کہ وہ ایک اہم کردار تھا اس کو بدلنے کے لیے۔ان چاہتے ہوئے بھی۔

اس نے چہرے پہ چشمہ ٹکایا۔فعن اٹھا کہ پہلے ارمغان کو ان بلاک کیا اور اسے میسج ٹائپ کرنے لگی۔

اس نے بے اختیار سر کو واپس اٹھا کر آسمان دیکھا۔آسمان تاروں سے خالی تھا، ایک چاند جو مکمل چمک رہا تھا۔وہ کافی تھا۔تاروں کی ضرورت بھی نہیں لگتی تھی۔

پہلی بار ارمغان کو سوچتے اسے ارحم کا خیال نہیں آیا تھا کیونکہ ایرج نے اپنا دل اپنی خواہشات اور اپنے اقدام کے لیے خالی کر لیا تھا۔ارمغان اس کے ذہن میں تھا۔وہ دل میں آتا یا نہیں، وہ ذہن سے جانے والا نہیں تھا۔

اور ایرج نے قبول کر لیا تھا۔ ایرج نے سب قبول کر لیا تھا۔

بالآخر اس نے میسج لکھ کر بھیج دیا۔ اب وہ جواب کے انتظار میں تھی۔ کیا کوئی جواب آئے گا بھی؟

-----x------

وہ جہاں تھا وہیں رہ گیا. تمام دنیا جیسے دھندلی ہو گئی تھی اور وہ ایک میسج ابھر کے سامنے آیا تھا۔

کچھ منٹ پہلے ہی وہ اپنے فلیٹ کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ گلے میں پلیئر آف دا میچ کا میڈل لٹک رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ جوتے اتار رہا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آیا تھا، وہ کیا محسوس کرے۔ حیران تو پہلے سے ہی تھا۔ وہ لمحہ آگیا تھا جب وہ ایرج کو سب بتادے گا۔ یہ ملاقات صرف سچ اور حق کی بنا پہ تھی، وہ یہ جانتا تھا۔ مگر ارمغان علی کو یہ منظور تھا۔

”مجھے تمہاری بات سننی ہے ارمغان۔ تم کیا کہنا چاہتے تھے؟“

اس کے میسج میں کوئی غصہ، کوئی ناراض ہی نہیں جھلکتی تھی۔یہ کیسے ہوا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

بے تاثر چہرے پہ کوئی ایموشنز نہیں تھے۔اس نے جواب سوچتے ہوئے لب دبائے۔

زندگی واقعی فیری ٹیل لگنے لگی تھی۔اور حقیقت کا تھپڑا تنے ہی زور کا تھا۔

-----X-------

ایرج نے ڈاکٹر نوشین کو آج کے سیشن کے لیے منع کر دیا تھا۔آج اسے کہیں اور جانا تھا۔ شاید اب اسے تھیراپی لینی ہی نہیں تھی۔تمام وجوہات جس نے اسے تھیراپی لینے پر آمادہ کیا تھا،اب حل ہوتی جا رہی تھیں۔اور آج شاید۔۔۔۔آج اس کی زندگی کی تمام الجھی ڈوریں سلجھنے والی تھیں۔ایک جرح زدہ زندگی پر لگا مرہم اس جرح کو مندمل کرنے والا تھا۔

کافی وقت بعد اس نے آج سفید جوڑا پہنا تھا۔وہ سفید بہت کم پہنتی تھی۔آج وہ جوڑا زندگی کے نام۔

concealer لبوں پہ ہلکی سی لپ گلاس لگائی اور آنکھوں کے نیچے گہرے حلقوں کو

سے چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔

"آج سے یہ حلقے بھی مدھم پڑتے جائیں گے۔" وہ خوش نہیں تھی۔ وہ بے صبر تھی۔ زندگی کا وہ بند دروازہ تھا، جس کی چابی کھوجنے وہ آج جا رہی تھی۔ اس نے کلچ میں بے اختیار وہ زرد پاکٹ نائف ڈال دیا تھا۔ وہ تیار ہو کے اپنی امی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

-----X-----

سیاہ ٹرٹل نیک کا کالر موڑتے ہوئے وہ بے تاثر نظر سے خود کا عکس آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ لب سلے ہوئے، دل پھٹا ہوا، ٹوٹا ہوا؟

ہاتھ میں گھڑی پہنتے اس نے فون اٹھایا۔ ایک آخری بار۔۔۔۔ زندگی اس سے اسے ملا رہی تھی۔ یہ فیری ٹیل سے کچھ کم تھا کیا؟ مگر یہ ملاقات فیری ٹیل نہیں تھی۔ یہ ملاقات رومیو اور جولیٹ کی کہانی کا آخری باب تھا۔

بالکل وہ ہو رہا تھا جس کے وہ قابل تھا۔ حقیقت ایک بار پھر اسے اکیلا چھڑوانے کے لیے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ جا رہا تھا۔

اپنی اور اس کی زندگی بدلنے کے لیے۔

-----X------

حنا کو خدا حافظ کہتے وہ ان کے کمرے سے صحن تک آئی تھی۔اس کے عین سامنے دانیال کھڑا تھا۔نہ ایرج نے کچھ کہا،نہ اس نے۔وہ دونوں بس ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اس کی نظروں میں سوال تھا،ایرج کی نظروں میں چبھن۔وہ سات ماہ پہلے بھی اس سے کھچا کھچا لگ رہا تھا اور اب بھی۔

''کیا نام ہے اس کا؟''اب کے اس نے سوال کیا تو نظروں میں اجنبیت تھی۔اس کا سوال وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

''کس کا نام؟''وہ صحن کے کنارے ہی کھڑی تھی۔وہ کس کا نام پوچھ رہا تھا؟وہ سمجھ نہیں پائی.

''اس کا ہی جس سے آپ ملنے جا رہی ہیں؟''اس کی بات تھی۔اس کا سوال تھا یا کوئی پگلا ہوا سیسا۔اس کی آواز میں طنز،چبھن یہ واضح کرتی تھی کہ وہ سب جانتا ہے،کیسے؟وہ یہ

نہیں جانتی تھی، مگر وہ سب جانتا ہے، شاید نام بھی پتا ہو اور اب صرف یہ بتانے آیا ہو کہ وہ جانتا ہے۔

اس نے کبھی نہ سوچا تھا کہ وہ دانیال کے سامنے کمزور پڑ رہی تھی مگر چند الفاظ دل کو جکڑ لیتے ہیں۔ وہ کیا جواب دے؟ جواب دے یا وضاحت؟

اسے اپنا آپ بالکل زمین بوس ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ دانیال ارمغان کو اس کا بوائے فرینڈ سمجھ رہا ہے پر حقیقت تو بالکل الٹ تھی۔ مگر وہ کیسے کہتی؟ اور وہ کیا کہتی؟

"وہ...." اس نے لب کھولے تھے۔ اسے خود کو مضبوط کرنا تھا۔ زندگی سلجھنے والی تھی، وہ خود کو بکھرتا دیکھ نہیں سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ارمغان؟"

اور جیسے اس کی زبان ان چھے حرف کے ایک نام پہ کٹ گئی تھی۔

"اس سے ملنے مت جائیں۔۔۔ وہ خطرناک ہے۔۔۔ وہ خطرناک ہے۔" وہ اب کچھ نہیں کہہ رہی تھی، اب دانیال کہہ رہا تھا۔

وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ ارمغان کو کیسے جانتا ہے؟ اور وہ کیا جانتا ہے۔ مگر لفظوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ زبان دماغ سے جواب ڈھونڈ نہ پائی۔ دماغ تھا ہی سن، وہ کیا سوچتی؟

اس نے اپنے قدم چلتے محسوس کیے تھے۔ وہ دروازے کے پار قدم رکھ رہی تھی۔

دانیال نے آگے کچھ نہیں کہا۔ مگر ایرج نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

وہ گردن نفی میں ہلا رہا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"وہ خطرناک ہے۔۔۔۔ مت جائیں۔"

ایرج نے اپنے پیچھے دروازہ پیر دیا تھا۔ نہ وہ اسے دیکھ سکتی تھی، نہ دانیال اسے۔

وہ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔

وہ ملنے جا رہی تھی۔

اپنی زندگی کے لیے وہ ایک انجان خطرہ تو مول ہی سکتی تھی۔

-----x------

www.novelsclubb.com

ایرج کے جانے کے بعد وہ صحن میں رکا نہیں بلکہ تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں پھلانگنے لگا۔ساتھ ساتھ فون پہ کچھ ٹائپ بھی کرتا جارہا تھا۔

"وہ چلی گئیں ارحم بھائی۔۔۔میں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہیں رکیں۔۔اب میں کیا کروں؟"

وہ اوپر آکے تیز تیز سانسیں بھرتا جواب کا انتظار کرنے لگا۔

-----x------

وہ جارہا تھا۔

ایرج سے ملنے۔اور یہ ملاقات ان دونوں کی زندگیوں میں جو طوفان لانے والی تھی اس کا اندازہ ارمغان کو خود بھی نہ تھا۔

یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔ جھوٹ چھپتا تھوڑی ہے۔آج وہ اسے سب سچ بتانے جارہا تھا۔وہ اظہارِ محبت نہیں اظہارِ حقیقت کرنے جارہا تھا۔

وہ جارہا تھا۔

سیاہ ٹرٹل نیک پہ سیاہ کوٹ اور ڈریس پینٹ پہنے وہ آج بہت مختلف لگ رہا تھا۔پرفیوم کو کپڑوں میں چھڑکتے اسے پچھلے دنوں ایرج سے کی گئی بات یاد آئی تھی۔

(ایک دن پہلے)

اس کا پیغام اب بھی جگمگا رہا تھا۔ارمغان بے جان نظروں سے اس پیغام کو بار بار پڑھ رہا تھا۔پیغام بھیجنے والے کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آرہا تھا۔اور پھر اس نے پیغام لکھنا شروع کیا۔

"اس دن میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا ایرج۔میں تمہیں جانتا ہوں اور میں سارہ کو بھی جانتا ہوں۔میرے پاس ایسی حقیقت ہے جس سے میں تمہیں بچانا چاہتا ہوں۔مگر شاید اب تمہیں اس حقیقت کو جان لینا چاہیے۔تم مجھ سے ملنے آؤ ایرج۔شاید یہ آخری ملاقات ہی صحیح۔۔مگر اس بار تمہارے کیے گئے پہلے سوال کا جواب ہے میرے پاس۔ میں سارہ کو جانتا ہوں۔۔سارہ سے جڑی بہت چیزوں کو جانتا ہوں۔مگر کیا تم حقیقت سننے کی سکت رکھتی ہو؟"

پیغام لکھتے اس نے جگہ بھی ساتھ لکھی اور موبائل پاور آف کر دیا۔اسے پتا تھا وہ آئے گی۔
کیونکہ مسٹری انسان کتا بنا دیتی ہے۔

(حال)

اس نے سر جھٹکا اور سیاہ جوتے پہننے لگا۔ بڑی ہوئی شیو کو اس نے آج ڈھنگ سے تراشا تھا۔

وہ بہت مختلف اور ہشاش بشاش لگ رہا تھا۔

"آنٹی کے پودوں میں گندگی نہیں کرنا، تمہاری گرل فرینڈ کو گھر میں آنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔اپنی آوارہ حرکتیں گھر سے باہر کرنا اور لال بیگ کو مت کھانا خدا کا واسطہ ہے تمہیں۔"

www.novelsclubb.com

ہر بار کی طرح بگی کو تلقین کرتا گھر کی چابیاں اٹھانے لگا تھا۔

وہ جا رہا تھا۔ایک آخری ملاقات کے لیے۔

-----x------

"اوہ خدا! دانیال۔۔۔۔ایرج کے پیچھے جاؤ، وہ خطرے میں ہے، اس کے پیچھے جاؤ فوراً۔۔۔یا خدا!۔۔۔۔۔اسے بچاؤ۔۔۔۔۔جاؤ۔۔"

ارحم کا جواب فوراً ہی موصول ہوا اور موٹر سائیکل کی چابی لے کر وہ نیچے بھاگا تھا۔ اسے ارحم سے کیا اور کیوں نہیں کرنا تھا، ابھی اس کا وقت بھی نہیں تھا۔ ابھی اسے صرف اپنے بھائی کی بات پہ عمل کرنا تھا۔

مریم پیچھے سے اسے پکار رہی تھیں مگر وہ انہیں نظرانداز کر کے گھر سے باہر نکل چکا تھا۔

-----x------

نمائش کی سڑکوں پہ چلتی وہ گاڑی اور اس میں بیٹھا مسافر دونوں الگ الگ جہانوں میں گم تھے۔

www.novelsclubb.com

"وہ خطرناک ہے۔" دانیال کے کہے الفاظ بار بار اس کے ذہن میں کسی گھوارے کی طرح گھوم رہے تھے۔ وہ آنکھیں بند کرتی تو ماضی یاد آ جاتا، آنکھیں کھولتی تو حقیقت، اور دونوں میں سے کوئی بھی سکون دہ ثابت نہ ہو پایا تھا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو نہ تھے۔بس ٹھنڈے یخ بستہ تاثرات۔اس نے آنکھیں پھر سے موند لیں۔

(ماضی)

یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ایرج سترہ سال کی ایک لڑکی تھی۔ایک عام لڑکی۔بہت کانفیڈنٹ، بہت بہادر اور نڈر سی تھی۔اس دن اس لڑکی کا نویں جماعت کا رزلٹ آنا تھا۔ وہ پوری رات سو نہیں پائی تھی۔پہلے بورڈ کا پہلا رزلٹ جو تھا۔

صبح گیارہ بجے اس کا رزلٹ آیا تھا۔وہ سب سے پہلے اپنے ابا کے کمرے میں بھاگی تھی۔وہ اس وقت بستر سے ٹیک لگائے گرما گرم چائے پیتے اخبار پڑھ رہے تھے۔ساتھ ان کے بڑے بھائی اور اس کے چاچو نسیم بھی تھے۔

www.novelsclubb.com

"Your daughter has scored 89%!"

وہ بھاگتی ہوئی بستر پر آلتی پالتی مار کہ بیٹھے اپنا رزلٹ بتا رہی تھی۔سب کے چہرے مسکراہٹ سے چمک رہے تھے کہ جب کسی نے پیچھے سے ایرج کی لمبی چوٹی کو ہلکا سا کھینچا۔

''پہلے مجھے بتانا تھا تم نے۔۔۔''اس نے سر اٹھا کے دیکھا تو اس کے سر کے اوپر ارحم کھڑا تھا جو ناراضی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔آج اسکول کی چھٹی تھی اور وہ گھر پہ تھا۔(وہ اسکول میں پڑھتا نہیں پڑھاتا تھا)۔

''تمہارے پاس کون سا میرے لیے کوئی تحفہ ہوتا؟''ارحم اس سے کافی بڑا تھا مگر اس نے بچپن سے ہی اسے آپ کر کے نہیں پکارا تھا۔پہلے اسے بہت سمجھایا جاتا تھا مگر اب کسی کو اتنی پرواہ نہ تھی۔

''میں نے سوچا تھا سی ویو جانے کا مگر خیر۔۔۔۔''وہ اس کی بات پر اور ناراض ہوتا کمرے سے جانے لگا۔

''واپسی میں مال جا کے تم مجھے گفٹ دو گے تو راضی ہوں۔''اس کی بات پہ جہاں ارحم مسکرایا وہاں نسیم اور جاوید بھی ہنس دیے تھے۔

(حال)

اس نے آنکھیں کھولیں۔اور منظر آنسوؤں سے چھپ گیا تھا۔

"تم ہمیشہ یہی کرتے تھے ارحم۔۔۔۔تم نے ہمیشہ وہ مسکراہٹ سجائی رکھی جس کے معنی کھوکھلے تھے۔تم کیئر نگ نہیں ہو۔۔۔تم مینیپولیٹر ہو۔تم نے ہمیشہ مجھے رلایا ہی ہے۔"

وہ آنسو صاف کرتی،آنکھیں رگڑتی دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔

وہ بہت قریب تھی۔زندگی کے رازوں سے بہت قریب۔

صدر میں آج بھی اتنا ہی شور تھا۔اتنے ہی لوگ تھے۔اتنا ہی ہجوم تھا۔

گاڑی رکی تو وہ اس سے اترنے لگی۔

-----X-----

گاڑی دور نکل چکی تھی۔وہ پیچھے رہ گیا۔اسے پتا بھی نہیں تھا ایرج کی گاڑی کس طرف مڑی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔

اس نے سر پہ ہاتھ رکھے سوچنا چاہا۔گھڑی میں وقت دیکھا۔۔چھ بجنے میں بیس منٹ تھے۔

"کہاں ہیں ایرج آپی آپ۔۔۔۔۔"خود سے کہتا اس نے بائک واپس اسٹارٹ کر دی تھی۔اسے ہمت نہیں ہارنی تھی۔

-----X-----

گھر سے باہر نکلتے اس نے کال واپس ملائی۔بے تاثر نظروں سے سامنے خلاء میں دیکھتے اس نے فون پر بات کی اور فلیٹ کے زینے اترنے لگا۔

وہ جا رہا تھا۔

اسے احساس ہوا تھا کہ آج گرمائش تھوڑی زیادہ تھی۔اس نے ایک انگلی سے اونچے کالر کو کھینچا اور ہوا کو آر پار ہونے کی جگہ دی۔کوٹ کو کندھوں سے اتارتے ہاتھوں میں سمیٹ لیا۔

حلق خشک پڑ رہا تھا۔فضا میں صرف اس کے چمکتے سفید جوتوں کا شور گونج رہا تھا۔جیسے فلیٹ کوئی ویرانہ ہو اور وہ واحد مرد ہو جو فلیٹ میں رہتا ہو۔

جیب سے سیاہ سن گلاسز نکالتے اس نے آنکھوں پہ ٹکا لیے۔

وہ آج واقعی بہت الگ لگ رہا تھا۔۔۔۔

وہ جا رہا تھا۔

-----x------

وہ آچکی تھی۔

اس نے ڈرائیور کو پیسے دیے اور زینب مارکٹ کے سامنے والی روڈ پار کرنے لگی۔

کندھوں پہ دوپٹہ اڑ کے بار بار ہاتھوں میں آرہا تھا جسے وہ بار بار درست کرتی کیفے میں داخل ہوگئی تھی۔اس کیفے میں آج معمول Deja Vu کے حساب سے بہت کم رش تھا۔اسے تو جیسے صدر اور یہ جگہیں بھول سی گئیں تھیں۔اسے وہاں اگر ہوا تھا کہ شاید وہ یہاں آچکی ہے۔

وہی لکڑی کی ٹیبل،ایبسٹریکٹ پینٹنگ، شیشے کے پار وہی روڈ۔

شاید وہ یہاں آئی تھی۔شاید نہیں۔

اس نے ایک ٹیبل پہ اپنا کلچ رکھا اور کرسی کھینچ کے بیٹھ گئی۔ارمغان ابھی نہیں آیا تھا۔اس نے موبائل پہ وقت دیکھا۔پونے چھے ہو چکے تھے۔اسے وہاں اس کا انتظار کرنا تھا۔وہاں self-sevice تھی۔وہ پانی خریدنے کے لیے اٹھ گئی۔

-----X-----

وہ اتفاق تھا تو کمال تھا۔ قسمت تھی تو پھوٹی ہوئی۔

وہ اندھا دھن بائک چلا رہا تھا کہ کہیں اسے اس کی گاڑی مل جائے مگر اسے نہیں ملی تھی۔

بائک کی رفتار آہستہ کرتے اس کی ہمت اور امید شکست کھا رہی تھی جب اسے اپنے سامنے وہی کالی گاڑی دکھائی دی جس میں ایرج سوار تھی۔ مگر وہ الٹی طرف سے آ رہی تھی، یعنی وہ گاڑی سواری اتار چکی تھی۔

اس نے چمکتی آنکھوں سے گاڑی کو ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

"جو سواری آپ نے اتاری ہے وہ کہاں اتاری تھی؟ ایک لڑکی، سفید کپڑے، گول چشمہ؟" گاڑی روکتے ہی اس نے ڈرائیور سے سوال کیا تھا اور وہ اس کے سوال پہ چونکا تھا، مگر پھر تاثر سخت کرتے کہنے لگا۔

"دیکھیں جو بھی سواری تھی۔ ہمیں اجازت نہیں ہے کہ کسی کی پرائویسی کسی انجان کو ریویل۔۔۔۔"

''وہ میری کزن ہیں۔ایرج۔آپ ان کی پروفائل کھول کے نام بھی دیکھ لیں۔وہ خطرے میں ہیں۔پلیز بتائیں آپ نے انہیں کہاں اتارا ہے؟''

دانیال نے ایک ہی سانس میں وضاحت دی تھی جس پر ڈرائیور کے تاثرات تھوڑے ٹھنڈے پڑے۔اس نے موبائل کھول کے پچھلی سواری کا نام چیک کیا۔وہ نام ایرج ہی تھا۔

اس نے چہرہ دانیال کی طرف موڑا،اس کی نظروں میں اب بھی سوالیہ تاثر تھا۔

''دیکھ لیا آپ نے؟پلیز اب بتائیں۔۔۔''اس کی پریشانی میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

''ان کو میں نے صدر میں زینب مارکٹ کے پاس ایک کیفے پہ اتارا ہے۔''اس نے بالآخر کہہ دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

''شکریہ آپ کا۔۔۔''وہ کہہ کر رکا نہیں،موٹر سائیکل واپس اسٹارٹ کرتے کراچی کی سڑکوں پہ بھگانا شروع کردی۔

وہ صدر سے دور تھا مگر وہ پہنچ جائے گا۔اسے نہیں پتہ تھا کہ ایرج کسی خطرے میں تھی مگر ارحم نے اسے کہا تھا کہ کوئی خطرہ ہے تو خطرہ ہے۔اور وہ ایرج کو بچالے گا۔ایرج اس کی نہ سہی ارحم کی بات سن لے گی۔وہ پہنچ جائے گا۔اسے امید تھی کہ وہ پہنچ جائے گا۔

-----X------

سیاہ پورشے کراچی کے سڑکوں پہ رواں دواں تھی۔اے سی کی تیز ہوا سیدھا اس کے منہ پہ پڑ رہی تھی۔اور وہ سب سے بے نیاز اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔چھے بجنے میں دس سے بھی کم منٹ رہ گئے تھے۔

اس کے چہرے پہ ایک تلخ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ آج واقعی بہت مختلف لگ رہا تھا۔باہر سے بھی اور۔۔۔۔اندر سے بھی۔

وہ جا رہا تھا۔

-----X------

پانی کی آدھی خالی بوتل اس کا تھکا تھکا چہرہ تک رہا تھی۔اسے وہاں بیٹھے دس منٹ ہو گئے تھے اور ارمغان اب تک نہیں آیا تھا۔اس نے اس کو میسج بھی بھیجا تھا مگر کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔وہ اب تک تھک چکی تھی،مایوس تھی۔وہ چھے بجے تک اس کا انتظار کرنے والی تھی اور اگر وہ نہ آیا تو وہ چلی جائے گی۔

وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ گرائے شیشے سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔جہاں لوگوں کے رش کے علاوہ کچھ نہ تھا۔بار بار پاؤں جھلاتے وہ ٹیبل کو ہلا رہی تھی۔

باہر بچے کھیل رہے تھے۔گاڑیاں چل رہی تھیں۔شور کیفے کے اندر کافی کم تھا مگر اسے شور کا اندازہ تھا۔

وہ باہر ہی دیکھ رہی تھی کہ اسے اپنے پیر پہ کچھ وزنی سا محسوس ہوا۔فوراً کرسی پیچھے دھکیلتے اس نے دیکھنا چاہا کہ وہ کیا ہے۔اسے لگا تھا کہ شاید وہ کوئی بلی یا بلی کا بچہ ہو گا۔۔۔۔۔

مگر نہیں۔۔۔۔۔

اس کے پاؤں کے برابر میں ایک سنہری گھڑی تھی۔اس نے شاک کی نظروں سے اسے دیکھتے ہی اٹھایا تھا۔اس گھڑی میں چھے بج رہے تھے۔

اور اسی لمحے اسے اپنے پیچھے سے آواز آئی۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔میری گھڑی۔"

(ارمغان کے لاہور جانے سے دو گھنٹا پہلے۔)

لاہور جانے سے پہلے دوروس کو ایک ضروری کام کرنا تھا۔

سیاہ پورشے کا دروازہ کھولا گیا۔وہ اسکے اندر بیٹھتے ڈرائیور کو ہدایات دے کر چپ ہو گیا۔

جیب میں اب بھی اس گھڑی کا وزن محسوس ہو رہا تھا۔

اسے ایک کام کرنا تھا۔

صدر کی مارکٹ آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔مگر وہ ایک کیفے اب بھی کھلا ہوا تھا۔

دروازہ کھینچتے وہ کیفے کے اندر داخل ہوا تو کیفے میں نہ ہونے کے برابر لوگ تھے۔اکا دکا لوگ بیٹھے آہستہ آواز میں باتیں کر رہے تھے۔

وہ سیدھا کاونٹر کی طرف آیا اور ایک کپ کافی کا آرڈر دے کر کرسی پہ آ کے بیٹھ گیا۔

ادھر ادھر نظر گھماتے اس نے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر جیکٹ کی جیب سے سنہری گھڑی نکال کے مٹھی میں دبائی۔

ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا۔ کیفے سے اچھے خاصے فاصلے پہ اسکی سیاہ گاڑی کھڑی تھی اور وہ اس کا سایہ دور سے بھی دیکھ سکتا تھا۔

کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ اس نے گھڑی پہ گرفت ہلکی کی اور ایک پاوں سے تھوڑا سا زور دے کر ٹیبل کا اوپری حصہ اٹھایا۔ گھڑی کو ایک مخصوص ٹائم پہ سیٹ کر کے ٹیبل اور روڈ کے بیچ ایسے پھنسا دیا کہ وہ گھڑی گرنے سے بھی نا گرتی۔ کم از کم اتنے وقت تک تو نہیں جتنا وقت اسے درکار تھا۔

کافی پی کہ وہ فورا ہی وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ کیفے سے تھوڑا دور آتے اس نے کال ملائی۔

ہر بار کی طرح فون پہلی گھنٹی پہ اٹھا لیا گیا۔

"جی باس؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"لوکیشن مل گئی ہو گی۔ وقت بھی دیکھ لو۔ نا ایک منٹ پہلے، نا ایک منٹ بعد۔ دس دن بعد۔ ٹھیک شام کے چھے بجے۔"

وہ کال کاٹنے ہی لگا تھا کہ دوسری طرف سے سوال آیا۔

"پر باس اگر وہ نا آئی تو۔۔۔۔"

"وہ آئے گی۔اسے میں لاؤں گا۔" مختصر سا جواب دے کہ اس نے کال منقطع کر دی۔

گاڑی کا دروازہ کھول کے وہ بیٹھنے لگا تھا۔

ابھی ایک اور کام تھا جو اسے لاہور جانے سے پہلے کرنا تھا۔

(حال)

"ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔میری گھڑی۔"

وہ بالکل سن ہو گئی۔دنیا بالکل ٹھہر گئی اور ہر سو وہ ایک آواز گردش کرنے لگی۔

اس نے رفتہ رفتہ چہرہ گھمایا۔اس کی سانسیں جہاں تھیں،وہاں تھم گئیں۔

ارمغان اس کے عین پیچھے کھڑا تھا۔اس کے چہرے پہ ایک انجان مسکراہٹ تھی۔

چہرے پہ سن گلاسز تھے اور وہ سیاہ ٹرٹل نیک پہ سیاہ کوٹ میں ملبوس تھا۔اس کے پیچھے تین

باڈی گارڈز تھے جنہوں نے وہاں کے ویٹرز اور مینجر پر پستول تانی ہوئی تھی۔ مگر اتنی مہارت سے کہ باہر کسی بھی شخص کو احساس نہ ہو سکتا تھا کہ کیفے کے اندر کیا چل رہا ہے۔

وہ وہیں شل سی بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ کلچ میں رکھی بھری کا اسے احساس ہوا ہی نا تھا۔۔۔ وہ تو ارمغان تھا۔۔۔ وہ تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔۔۔

وہ بہت مختلف لگ رہا تھا۔

اس کا چہرہ، اس کا حلیہ، اس کی مسکراہٹ، اس کا لہجہ۔۔۔۔ سب بہت مختلف تھا۔۔۔۔

اسے ارمغان آج واقعی انجان لگ رہا تھا۔

اس کے جواب نہ آنے پر ارمغان کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔ وہ اس کے سامنے جھکا کہ اب دونوں کے چہروں کے درمیان بس سانسوں کا فاصلہ تھا۔

''آ گیا تمہارا ارمغان۔۔۔ تمہارے سوالوں کے جواب دینے کے لیے۔ تمہیں جاننا تھا نا کہ سارہ کے ساتھ کیا ہوا تھا؟''

وہ اپنی جگہ سے ہلا اور ایک کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔اپنی آنکھوں سے سیاہ چشمہ ہٹایا۔اس کی آنکھوں میں بھی وہی حیوانیت تھی جو اس کی مسکراہٹ میں تھی۔

''تمہاری کزن کو سات ماہ پہلے میں نے مارا تھا۔تمہارے بھائی، سعد جاوید صدیقی کو بھی میں نے ہی قتل کیا تھا۔اور اب۔۔۔اب تمہاری باری ہے ایرج جاوید صدیقی۔۔۔پہلے سعد، پھر سارہ، اور اب تم۔تمہاری زندگی آج میں تم سے چھینوں گا۔"

"اور ہاں۔۔۔۔سوری مجھ سے ایک غلطی ہو گئی اپنا تعارف کروانے میں۔میں ارمغان نہیں ہوں۔میں دوروس ہوں۔اور دوروس کو اپنا کام اس دنیا سے لاکھ گناہ زیادہ پسند ہے۔تم نے ارمغان کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔بدلہ تو بنتا تھا نہ پھر؟''۔

وہ مدھم سا ہنس ہنس کے بول رہا تھا۔اور وہ ٹھنڈے پڑتے جسم سے اس کی بات سن رہی تھی۔

''تم نے ارمغان کی محبت دیکھ لی ایرج۔۔۔۔اب تم دوروس کی ہوس دیکھو گی۔تمہارے ساتھ میں اس سے بھی بدتر کروں گا جو میں نے سارہ اور سعد کے ساتھ کیا۔تم ارمغان کو عزیز ہو۔اور اس لیے مجھے تم سے اتنی ہی نفرت ہے۔"

وہ کرسی سے اٹھتے کپڑے جھاڑنے لگا۔ پھر اسکی گردن کے قریب جھکا۔

"Be careful"

کہہ کر رکا نہیں, پلٹ گیا۔ وہ کیفے سے نکل رہا تھا اور ایرج۔۔۔۔ایرج سے تو جیسے کسی نے اس کی سانسیں چھین لی تھیں۔

(Be careful)

اس کے کہے آخری الفاظ دماغ کے کسی کونے میں دفن ہوئی یاد کو واپس اس کی آنکھوں کے سامنے لا رہے تھے۔

یہ تھی حقیقت؟

www.novelsclubb.com

یہ تھا اس کے سوال کا جواب؟

یہ تھا ملاقات کا نتیجہ؟

اسے احساس ہوا تھا کہ وہ اپنی گھڑی لے گیا تھا۔

اس کا ذہن بالکل ماؤف ہو گیا تھا۔۔۔کاش زندگی کے راز راز ہی رہتے۔کاش کچھ سوال کے جواب اسے ملتے ہی نہیں۔کاش وہ یہاں نہ آتی۔۔۔کاش وہ اپنی زندگی مسٹری ہی رہنے دیتی۔

اس نے بے جان قدموں سے چلنا چاہا تھا مگر وہ لڑکھڑا گئی تھی۔ارمغان دور کہیں چلا گیا تھا۔ایک لیڈی ویٹر نے اسے سنبھالا تھا مگر اس نے خود کو اس کے ہاتھوں سے آزاد کیا اور دروازے کے رخ میں چلنے لگی۔

(وہ خطرناک ہے۔۔۔مت جائیں۔)

وہ دروازہ کھولتے باہر آئی تو سماعتوں سے تیز شور ٹکرایا تھا۔ہوا کا تیز جھونکا بھی اس کے اندر کی روح کو جگانے کے لیے کافی نہ تھا۔وہ خلاء میں دیکھتے بس قدم بڑھا رہی تھی۔

کیونکہ شاید اسے سات ماہ پہلے جو ہوا تھا،وہ یاد آ گیا تھا۔

اور شاید اسے پتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔

اور واللہ۔۔۔وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔

کیفے کے اندر ادھ خالی بوتل یوں ہی پڑی رہ گئی تھی۔ جیسے سات ماہ پہلے وہ کافی کا کپ اور آدھے کھائے ڈونٹ پڑے رہ گئے تھے۔

(تم پرفیکٹ ہو ایرج۔)

وہ اندھا دھند اپنے قدم بڑھاتی جا رہی تھی۔ روڈ کے کنارے کھڑے اسے بس ایک سڑک کراس کرنی تھی۔ بس ایک روڈ کا فاصلہ تھا۔۔۔ زندگی کا معاملہ تھا۔۔۔

(تمہاری آنکھیں خوبصورت ہیں۔)

اس کا کلچ اس کے ہاتھوں میں مضبوطی سے دبا ہوا تھا۔ دوپٹہ ہاتھوں میں آ گیا تھا اور زمین سے رینگتا اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں مرنا نہیں چاہتی.... یا اللہ میں مرنا نہیں چاہتی۔۔۔۔ یا اللہ مجھے جینا ہے۔۔۔ میں نے تو نمازیں بھی قضاء کی ہیں۔۔۔ میں نے تو گناہ کیے ہیں۔۔۔۔ یا اللہ میں مرنا نہیں چاہتی۔۔"

اس کے چہرے پہ آنسو ابل ابل کے بہہ رہے تھے۔ منظر دھندلا گیا تھا۔ موت واضح ہو گئی تھی۔

کیاایسے ہوتے ہیں؟موت سے پہلے کے لمحات؟

(آپی یو آر دابیسٹ)

وہ سڑک کے بیچوں بیچ کھڑی تھی۔وہ بھاگناچاہتی تھی۔وہ سڑک کراس کرناچاہتی تھی مگر شاید قدم کسی زنجیر سے بندھے ہوئے تھے۔

(تم التیئر ہو۔)

اس کے قدم رک گئے تھے۔دھندلے منظر پہ ایک روشنی سی چھانے لگی تھی جواس کی کن اکھیوں سے بڑھتی جارہی تھی۔

(تم نے ارمغان کی محبت دیکھ لی ایرج۔۔۔اب تم دوروس کی حوس دیکھو گی)

www.novelsclubb.com

اس کے ہاتھ پہلو میں گر گئے۔دوپٹہ زمین سے جالگا۔ایک شور تھاجو بے حد قریب تھا۔۔موت کا شور۔۔۔ٹرک کا شور۔۔۔

"لاالہ الااللہ محمد۔۔۔۔"

کلمہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کے لب بند ہو گئے تھے۔

اسے اپنی موت کا کلمہ بھی نصیب نہ ہوا تھا۔

اسے تو یہ بات بھی معلوم نہ ہو سکی تھی کہ سات ماہ سے اب تک جو وژن اور خواب وہ دیکھ رہی تھی۔۔۔اس میں سفید جوڑے والی ہمشکل مردہ عورت کوئی اور نہیں۔۔۔وہ خود تھی۔واقعی وہ ایرج تھی۔

****

اس نے دیر کر دی تھی۔

اس کی موٹر سائیکل کہاں،اور وہ خود کہاں اسے اندازہ نہیں تھا۔سڑک پہ تمام لوگ اکٹھا گھما گھمی کا شکار تھے اور زخمی کو قریبی ہسپتال لے جا چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

پولیس بھی واقعے پہ پہنچ گئی تھی اور ٹرک ڈرائیور کو گرفتار کر لیا تھا۔(رشوت لے کر کمزور سے انجان بیل پہ چھوڑ دینے کے لیے۔)

کسی صاحب سے ہسپتال کا نام پوچھتے وہ بائک لے کر بھاگا تھا۔

اس نے دیر کر دی تھی۔

اور خطرہ سر سے ہو کر گزر چکا تھا۔

اس کے چہرے پہ صرف پریشانی کے آثار تھے۔اسنے زخمی بندے کا حلیہ بھی نہیں پوچھا تھا۔شاید تھوڑی سی امید وہ بھی زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

ہسپتال میں داخل ہوتے ہی ریسپنسٹ نے اسے راستہ بتایا تو وہ راہداری کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

وہ وارڈ کے سامنے پہنچا ہی تھا کہ اندر سے ایک ڈاکٹر نکلتا دکھائی دیا۔اسے دیکھ کر وہ ڈاکٹر ٹھہرا اور قریب چلا آیا۔

www.novelsclubb.com

"مریض کے ساتھ آپ ہیں؟"ڈاکٹر کے سوال پہ وہ بس اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"آئی ایم سوری، ہم انہیں نہیں بچا سکے۔"

وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے اسے کہہ گیا تھا جیسے وہ کوئی معمولی بات ہو۔

پر دانیال کو لگا کہ جیسے اس کے کان میں کسی نے پگھلا سیسا انڈیل دیا ہو۔

وہ بے جان قدموں سے کمرے کی طرف آیا۔ڈاکٹر پیچھے غائب ہو گیا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے وہاں ایک ہی لاش تھی جس پہ سفید چادر اس کا چہرہ ڈھک رہی تھی۔

لرزتے ہاتھوں سے اس نے وہ چادر اس لاش سے اٹھائی۔

اور وہ وہیں برف کا مجسمہ بن گیا۔

وہ ایرج نہیں تھی۔

-----X------

سیاہ پورشے خالی ہائی وے پہ رواں دواں تھی۔شام کے اس پہر بھی کوئی بندہ بشر، کوئی گاڑی دکھائی نہ دیتی تھی۔مغرب کا وقت ہونے لگا تھا اور سورج لمحہ بہ لمحہ ڈھلتا جا رہا تھا۔ غور سے دیکھنے پہ چاند کی ہلکی پھلکی جھلکیاں بھی دکھائی دیتی تھیں۔

سیاہ گاڑی کے اندر بیٹھا شخص کسی کو فون ملا رہا تھا۔ہر بار کی طرح فون پہلی گھنٹی پہ اٹھا لیا گیا۔

''کام ہو گیا؟''

''جی باس۔۔۔۔باڈی آگئی ہے، کل تک آپ کے پاس ہو گی۔''

باقی کی بات کے لیے اس کے پاس وقت نہ تھا۔اس نے ضروری خبر سنتے ہی کال کاٹ دی۔

ٹرک ڈرائیور کو اس کے دو تین سفید کالر بندے جلد جیل سے چھڑوالیں گے، پھر ایک اور گمشدہ لاش کا کیس کوئی زیادہ سے زیادہ پانچ ماہ چل کر بند ہو جائے گا۔

یہی تھا پاکستان

اس نے فون کو کوٹ کی جیب میں ڈالا اور گھڑی کو ہاتھوں سے تھامے دیکھنے لگا۔شاید اب تو اس پاکٹ واچ کا ہر نقشہ، ہر زاویہ اسے حفظ ہو چکا تھا۔گھڑی کے پیچھے لکھی عبارت اب بھی ویسے ہی ابھری ہوئی تھی۔البتہ اس کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔

''اچھی یادوں میں، اور بری یادوں میں۔۔۔۔ہم ساتھ رہیں گے ایکویرس۔''

اس نے زیر لب خود سے کہا اور گھڑی کو بھی جیب میں ڈال دیا۔

ابھی ایک لمبا سفر طے کرنے کو باقی تھا۔

"باس۔۔۔۔سیدھا وہاں ہی جانا ہے؟" ڈرائیور نے وقفے بعد اس سے پوچھا۔

"نہیں۔اپنے گھر لے جاؤ پہلے۔" درشتی سے کہتا اس نے سر جھٹک دیا۔ڈرائیور بالکل چپ ہو گیا۔

وہ جا رہا تھا۔

ایک آخری۔۔۔۔اور طویل ملاقات کے لیے۔

وہ جا رہا تھا۔

ایک ان کہے سوال کا طویل جواب دینے۔

www.novelsclubb.com

وہ جا رہا تھا۔

ایرج سے ملنے۔

وہ جا رہا تھا، سیاہ ملک کے سب سے سیاہ شہر کی طرف۔

وہ لاہور جا رہا تھا۔

کیونکہ فٹبال کھیلنے تو لاہور ارمغان جاتا تھا۔

دوروس کو اور بھی بہت کام کرنے ہوتے تھے

اور ابھی ایک ضروری کام تھا۔۔۔جو باقی رہتا ہے۔

--------X----------

باقی آیندہ انشاءاللہ

www.novelsclubb.com